تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

کشتی ڈوبی تو سب ڈوب جائیں گے

اس وقت ہندوستان کو آپ کی ذہانت، آپ کی قانون دانی، آپ کی محنت اور آپ کی شرافت کی کیونکہ ضرورت ہے، یوں سمجھئے کہ ایک کشتی، ایک ناؤ طوفان میں پھنس گئی ہے، خوفناک لہریں منہ کھولے ہوئے اس کی طرف بڑھ رہی ہیں، اس کشتی میں کچھ کمزور لوگ سوار ہیں، کشتی ڈوبنے کے بالکل قریب ہے، ایسے وقت میں کوئی ایسا ملاح، ایسا کھیون ہار آجائے جو اس کشتی کو پار لگادے تو وہ بہت بڑا محسن ہوگا۔ آج ہمارا ملک جس پر ہم کشتی کی طرح سوار ہیں، اس میں سوراخ کیا جارہا ہے، اگر یہ کشتی ڈوب گئی تو اچھے اور برے، پڑھے لکھے اور ان پڑھ، غریب اور مال دار، چھوٹے بڑے، بچے اور جوان سب ڈوب جائیں گے۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتی کی مثال دے کر یہ بات فرمائی ہے کہ اگر نیچے کے حصے کے لوگ اس میں سوراخ کریں تو اوپر کے لوگوں (UPPER CLASS) والوں کو تماشائی نہیں بننا چاہئے، اس لئے کہ کشتی ڈوبی تو وہ بھی نہیں بچیں گے۔

سوراخ ایک ہی طرح کا نہیں ہوتا، کوئی چھوٹا ہوتا ہے، کوئی بڑا، کوئی خوب صورتی سے ہوتا ہے، کوئی بدنما، کوئی پھاوڑا مار کر سوراخ کرتا ہے، کوئی سائنٹفک ذریعہ سے سوراخ کرتا ہے۔

ہماری سوسائٹی کرپٹ CORRUPT ہوگئی ہے، پوری سوسائٹی میں مختلف نشتے سے سوراخ کیا جارہا ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی
ماخوذ: تحفۂ انسانیت

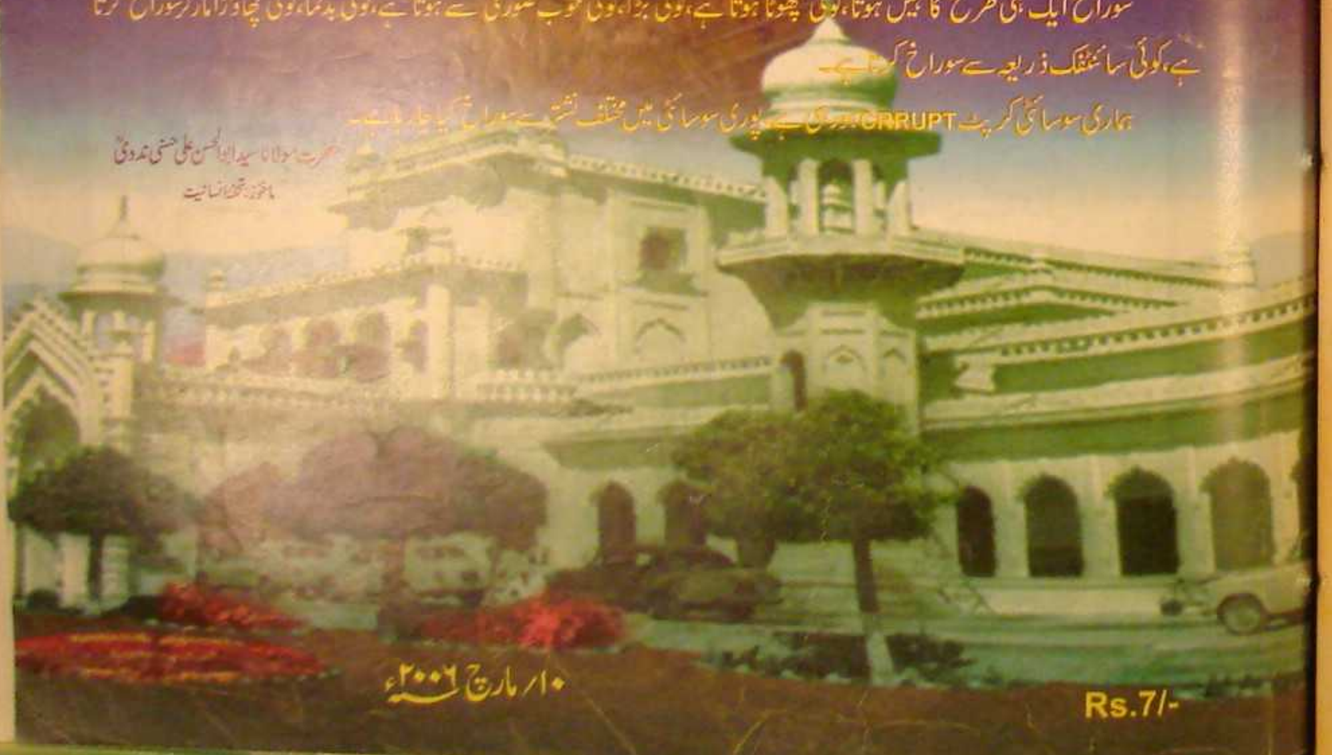

۱۰/ مارچ ۲۰۰۶ء

Rs.7/-

Postal Regd.No.IW/NP/63/2006to2008
R.N.I. No.UP. Urd/2001/6071
10 February. 2006
Vol. No.5 Issue No. 03

Fortnightly

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

2740151
2741272
2741221

Mobile: 09415786584

Mohd. Akram

Jewellers

Phone: Shop. 0522-2274606
Res. 0522-2616731

محمد اکرم جویلرس

شاء جویلرس

SANA JEWELLERS

Riyaz Ahmad
Ghyas Ahmad

۱۲/۳۰۱ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ-۳

301/12, Sarai Bans
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

جدید دلکش سونے، چاندی کے زیورات کیلئے ہمارے شوروم

گہنہ پیلس

میں آپ کا خیر مقدم ہے

Gehna Palace

Whenever you see Jewlellery
Think of us

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم، محمد فاروق خاں (چاند)

Ph:2260433

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ

خوشبودار عطریات

روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روم فریشنر، فلور پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ، عرق گلاب، عرق کیوڑہ، اگربتی، ہربل پروڈکٹ

کی ایک قابل اعتماد دوکان

ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں

تیار کردہ

اظہار سن پرفیومرس

اکبری گیٹ، چوک لکھنؤ

برانچ: C-5، جنپتھ مارکٹ، حضرت گنج لکھنؤ

IZHARSON PERFUMERS

H.O. : Akbari Gate, Chowk, Lucknow.
Tel.: 0522-2255257 Mobile : +91-9415009102
Branch : C-5 Janpath Market, Hazratganj
Lucknow 226001 U.P. INDIA Cell : +91-9415784932
E-mail : izharsonperfumers@yahoo.com

Res: 2226177
Akbari Gate
2268845

Shop: 9415052072
26[illegible]
[illegible]

سونے چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام

حاجی صفی اللہ جویلرس

ہمارا نیا شوروم

گڈو جھالہ کے سامنے امین آباد لکھنؤ

پروپرائٹر: محمد اسلم

HAJI SAFIULLAH JEWELLERS

Opp: Gadbad Jhala Aminabad, Lucknow-18

Editer: *Shamsul Haq Nadwi* Office. Ph: 2741235 Printed & Published by *Athar Husain*
On behalf Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat at Azad Printing Press Mahboob Building Nazirabad, Lko. Ph:0522-2614685
DESIGNED BY HAMID L.ko. Mob: 9415769282

ضرورت دل ودماغ کے انقلاب کی

مذہب اور دین کی حمایت کا نام لے کر عوام کو جوش دلانا اور اس سے اپنا کام نکالنا غلط رہنمائی ہے جس سے مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچے گا۔ ضرورت اس کی ہے کہ مسلمانوں کو ضبط، صبر، ڈسپلن، تنظیم، استقامت، تحمل، برداشت، ایثار، باہمی ہمدردی، عملی وحدت اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی جائے جو سیاست کی جنگ کے سب سے کارگر ہتھیار ہیں۔ صرف زبانی جوش وخروش، گرما گرم محفلی اور اخباری بحث اور براہ راست دست وگریباں ہونا قوم کی طاقت نہیں۔

ضرورت دل ودماغ کے انقلاب کی ہے جو صحیح دعوتِ فکر ہی سے ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی سے ظاہر ہے۔ اس کے لئے شور وغل اور ہنگامہ اور دعوت جنگ ونبرد کی راہ غلط ہے۔ ہمارے علماء جدید ذرائع ووسائل کار سے ناواقف ہیں۔ جوش سے کام لیتے ہیں ہوش سے نہیں، جہاد بالسیف سے زیادہ ضروری کام ان حالات میں جہاد بالقلم ہے ان حضرات میں سراسر جوش ہی جوش ہے جو اس زمانے میں چنداں مفید نہیں۔ دلوں کا انقلاب غیظ وغضب جوش وخروش اور جذبۂ انتقام اور استعجال سے نہیں پیدا ہوتا۔ از ماست کہ بر ماست۔ مسلمانوں پر جو کچھ وبال ہے۔ وہ ان کے اعمال کی سزا ہے، کاش اب بھی قلوب میں انابت ہو۔ اور مسلمان سمجھیں کہ ان کا مقصد اول اقامت دین اور اعلاء کلمۃ اللہ ہے۔ خواہ وہ تخت سلطنت پر ہو یا بوریائے فقیر پر ان کو شیطان سے اس لئے مخاصمت نہیں کہ یہ شیطان کا تخت زمین پر کیوں بچھا ہے، بلکہ اس لئے یہ مخاصمت ہے کہ اس وقت شیطانیت پر شیطان کیوں بیٹھا ہے وہ کیوں نہیں بیٹھے ہیں۔

مولانا سید سلیمان ندویؒ

(ماخوذ: سلوک سلیمانی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

اشاعت کا ۴۳واں سال

جلد نمبر-۴۳ | ۱۰ر مارچ ۲۰۰۶ء مطابق ۹ر صفر ۱۴۲۷ھ | شمارہ نمبر-۹

زیر سرپرستی:

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال، ندوۃ العلماء)

زیر نگرانی

مولانا محمد حمزہ حسنی ندوی (ناظر عام ندوۃ العلماء)

مجلس ادارت

مدیر عام: شمس الحق ندوی

مدیر مسئول: نذر الحفیظ ندوی

نائب مدیر

محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

☆عبداللہ حسنی ندوی ☆محمد خالد ندوی غازی پوری

☆امین الدین شجاع الدین

زر تعاون

سالانہ-۱۵۰/ فی شمارہ-۷/

ایشیائی، یورپی، افریقی وامریکی ممالک-۳۵/ ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں

ترسیل زر اور خط وکتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayaat

Post Box No.93, Tagore Marg, Badshah Bagh Lucknow-226007

فون (دفتر) 18 (Ext) 2741235 (0522)

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں ہے

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات کے نام بنائیں اور دفتر تعمیر حیات ندوۃ العلماء لکھنؤ کے پتہ پر روانہ کریں، چیک سے بھیجی جانے والی رقم قابل قبول نہ ہوگی۔ اس میں ادارہ کا نقصان ہوتا ہے۔ براہ کرم اس کا خیال رکھیں۔

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے آزاد پرنٹنگ پریس نظیر آباد، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ٹیگور مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

اس شمارے میں

شعروادب

شبنم اور ستارے — علامہ اقبالؒ — ۲

نعت رسول ﷺ — مولانا محمد علی جوہر — ۴

اقبال کی زمین میں — رئیس الشاکری — ۴

اداریہ

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی — ۳

محسن انسانیت

انسانیت کے محسن اعظم ﷺ — حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ — ۵

تجزیہ

مغربی تہذیب: چہرہ روشن — مولانا محمد واضح رشید ندوی — ۷

حدیث دل

انسانی زندگی کی تشکیل میں کتاب وسنت کا کردار — مولانا عبداللہ حسنی ندوی — ۹

عالم اسلام

سپر پاور کون؟ امریکہ یا القاعدہ — ابوالمعظم ندوی — ۱۲

چشم کشا

توبہ، انابت اور دعاء — محمود حسن حسنی ندوی — ۱۴

معاشیات

مروجہ بینکنگ اور بلاسودی نظام — ۱۸

جائزہ

قاعدہ بغدادی کے مکتب میں — نذر الحفیظ ندوی — ۲۰

فقہ وفتاوی

فقہی مسائل — مفتی محمد طارق ندوی — ۲۳

ایک مطالعہ

"تذکرہ اہل دل" — نذر الحفیظ ندوی — ۲۴

وفیات

یوں خاتمہ بالخیر ہوتا تھا — محمد اکرم ندوی — ۲۵

خبر ونظر

عالم اسلام کی خبریں — محمد وثیق ندوی — ۲۷

حالات حاضرہ

توہین آمیز خاکہ — سلمان نسیم ندوی — ۲۹

روداد

عمل ہی علم کا حاصل ہے — محمد جاوید اختر ندوی — ۳۲

آپ کے پتہ کے کنارے خریداری نمبر کے نیچے لال یا کالی لکیر ہے تو سمجھئے کہ آپ کا زر تعاون ختم ہو چکا ہے۔ لہذا جلد ہی زر تعاون ارسال کریں اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں۔ منیجر تعمیر حیات

شعروادب

شبنم اور ستارے

(علامہ اقبالؔ)

اک رات یہ کہنے لگے شبنم سے ستارے ☆ ہر صبح نئے تجھکو میسّر ہیں نظارے

کیا جانئے تو کتنے جہاں دیکھ چکی ہے ☆ جو بن کے مٹے ان کے نشاں دیکھ چکی ہے

زہرہ نے سُنی ہے یہ خبر ایک ملک سے ☆ انسانوں کی بستی ہے بہت دور فلک سے

کہہ ہم سے بھی اس کشور دلکش کا فسانہ ☆ گاتا ہے قمر جس کی محبت کا ترانہ

اے تارو! نہ پوچھو چمنستانِ جہاں کی ☆ گلشن نہیں اک بستی ہے وہ آہ وفغاں کی

آتی ہے صباں واں سے پلٹ جانیکی خاطر ☆ بیچاری کلی کھلتی ہے مرجھانے کی خاطر

کیا تم سے کہوں کیا چمن افروز کلی ہے ☆ ننھاسا کوئی شعلۂ بے سوز کلی ہے

گل نالۂ بلبل کی صدا سن نہیں سکتا ☆ دامن سے مرے موتیوں کو چُن نہیں سکتا

ہیں مرغ نواریز گرفتار غضب ہے ☆ اُگتے ہیں تہِ سایۂ گل خار غضب ہے

رہتی ہے صدا نرگس بیمار کی ترآنکھ ☆ دل طالب نظارہ ہے محروم نظر آنکھ

دل سوختۂ گرمیٔ فریاد ہے شمشاد ☆ زندانی ہے اور نام کو آزاد ہے شمشاد

تارے شررِ آہ ہیں انساں کی زباں میں ☆ میں گریۂ گردوں ہوں گلستاں کی زباں میں

نادانی ہے یہ گردزمیں طوف قمر کا ☆ سمجھا ہے کہ درماں ہے وہاں زخم جگر کا

بنیاد ہے کاشانۂ عالم کی ہوا پر ☆ فریاد کی تصویر ہے قرطاسِ فضا پر

اداریہ

”ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی“

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کے جو وعدے کئے ہیں ان کا ظہور ہوتا رہا ہے اور قیامت تک ہوتا رہے گا، کس شکل میں یہ وعدے پورے ہوں گے اور ان کی صورت کیا ہوگی یہ ہم کو نہیں معلوم، لیکن خدائی وعدہ برحق ہے ﴿ولکن أکثر الناس لا یعلمون﴾ قرآن مجید کے مطالعہ سے جو نظام ہمارے سامنے آتا ہے وہ یہ ہے کہ نصرت الٰہی کی آمد سے پہلے مومنوں کو شدید اور غیر معمولی آزمائشوں کے مراحل سے گذارا جاتا ہے، قرآن کے الفاظ ہیں ﴿مستھم البأساء والضراء﴾ مومنوں کو غیر معمولی مصائب، تکالیف اور شدائد کا سامنا ہوگا، اسی پر بس نہیں ہوگا بلکہ قرآنی تعبیر میں ﴿زُلزلوا﴾ کا لفظ ہے، جس کا مطلب ہے کہ انبیاء اور ان کے متبعین کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا جائے گا، اس طرح جیسے شدید زلزلہ پہاڑوں کو اپنی جگہ سے ہلا کر رکھ دیتا ہے، دیکھنے میں چند الفاظ ہیں جنہیں ہم بڑی آسانی سے پڑھ دیتے ہیں لیکن ان الفاظ کے مضمرات اور تاریخ میں پیش آئے واقعات کو ان آیات کی روشنی میں دیکھیں تو رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے کہ کیا ایسے واقعات بھی ہو سکتے ہیں، اسلامی تاریخ یوں تو بے شمار واقعات وحوادث سے بھری ہوئی ہے ان میں سے ہر واقعہ اتنا سنگین تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کے وجود کے خاتمے کے لئے کافی تھا، قرن اول میں واقعۂ ارتداد اور آٹھویں صدی ہجری میں تاتاری فتنہ جس نے پورے عالم اسلام کی اینٹ سے اینٹ بجادی، بغداد کی تباہی وبربادی کی نظیر نہیں ملتی، تاتاریوں کی ہیبت مسلمانوں کے دلوں پر ایسی بیٹھ گئی تھی کہ اس کا تصور بھی ممکن نہ تھا، ”اذا قیل لك ان التتر قد انھزموا فلا تصدق“ اگر تم سے کہا جائے کہ تاتاریوں کو شکست ہوگئی ہے، تو اس بات کو نہ ماننا یہ صورت حال پیدا ہوگئی تھی۔ لیکن اسلام پھر اسی خاکستر سے دوبارہ اٹھا اور صرف ایک صدی کے اندر پہلے ہی کی طرح اس کی سیادت وقیادت بحال ہوگئی، دوسری طرف اس آزمائش کی وجہ سے مسلمانوں نے بڑی تعداد میں ہجرت کی۔ ان کی یہ ہجرت بھی خیر وبرکت اور اسلام کی نشر واشاعت اور اس کی نئی فتوحات کے دائرے کی وسعت کی شکل میں سامنے آئی، اور نئی نئی قومیں اسلام کے سایئے میں آئیں۔

کہتے ہیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دہراتی ہے، چنانچہ انیسویں صدی کے وسط سے اکیسویں صدی کے آغاز تک کی مدت مسلمانوں کے لئے شدید آزمائش کا دور ثابت ہوا، ڈیڑھ صدی کی اس مدت میں مسلمانوں کو ثریا سے زمین پر پھینک دیا گیا، غیر معمولی بلندی سے گرنے کی وجہ سے ان کے جسم کے ہر حصے میں چوٹ آئی اور وہ لہولہان ہوگئے، اس بار یہ فتنہ غیروں کے بجائے نام نہاد مسلمان قائدین اور حکمرانوں کی وجہ سے پیدا ہوا، مصطفیٰ کمال پاشا سے اس کی ابتداء ہوئی اور جمال عبدالناصر، حافظ الاسد، معمر قذافی، صدام حسین، حبیب بورقیبہ اور زین العابدین بن علی جیسے سفاک وظالم حکمراں مسلط کر دیئے گئے، جنھوں نے اپنے مغربی آقاؤں کے احکام بڑی سختی سے نافذ کئے، ان ظالموں کے دور میں نہ صرف قید وبند کی صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا بلکہ دین واخلاق کی حفاظت کے بھی لالے پڑ گئے، پورے پچاس سال عالم اسلام پر ایسے گذرے کہ دینی زندگی کے سارے دروازے بند کر دیئے گئے، اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ وہ معاملہ کیا گیا جس کا تصور بھی بڑا ہولناک ہے ان سنگین حالات میں بہت سے مسلمان مغربی ملکوں کی طرف ہجرت کر گئے تاکہ اپنے دین وایمان کی حفاظت کر سکیں، عالم اسلام جیسی صورت حال مشرقی یورپ اور روس کے زیر قبضہ مسلمان ریاستوں میں بھی پیش آئی، جہاں بڑی بے دردی کے ساتھ مسلمانوں کو کچلدیا گیا، اس حد تک کہ دشمنوں کو پوری طرح اطمینان ہوگیا کہ اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہوگیا، اب صرف روس کی اشتراکی حکومت ہی ہماری دشمن ہے۔ لیکن جب غیر متوقع طور پر امریکہ جیسی سپر پاور کے ہاتھوں شکست کھانے کے بجائے افغانستان جیسی گم نام سرزمین پر اس کا شیرازہ بکھر گیا تو اچانک یہ انکشاف ہوا کہ ع ”ایسی چنگاری بھی یارب اپنے خاکستر میں تھی“۔

راکھ کے ڈھیر سے یہ چنگاری نکلی اور معلوم ہوا کہ روسی قبضہ میں رہنے والے لوگ نہ صرف اسلام پر باقی ہیں بلکہ پورے دین ومذہب کے ساتھ زندہ ہیں، یہی صورت حال عالم عربی میں پیش آئی کہ جب ظالموں اور سفاک حکمرانوں کا خاتمہ ہوا تو معلوم ہوا کہ اسلام زندہ ہے، اور پہلے سے کہیں زیادہ قوت کے ساتھ موجود ہے، یہ مدت آزمائش کی تھی جس میں انھیں تربیتی مراحل سے گذارا گیا ہے اور اب وہ زندگی وتوانائی سے بھرپور ہیں، اس صورت حال سے دشمنوں کو گھبراہٹ ہے اور وہ پریشان ہیں کہ ان کے سارے تیر دغادے گئے، ان کی ذہانت نے جو راستے دکھائے تھے اس نے انہیں ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دیا، کروڑوں ڈالر جو انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کو مٹانے کے لئے خرچ کئے تھے وہ بیکار ہوگئے، افغانستان وعراق پر صلیبیوں کے بھرپور حملے بھی ناکام ہوگئے، اب جائیں تو جائیں کہاں، اپنی ناکامی اور شرمندگی کو چھپانے کے لئے مغربی میڈیا نے منصوبہ کے مطابق جنگ کا نیا سلسلہ شروع کیا ہے تاکہ مسلمانوں کی دل آزاری کی جائے، تمام اخبارات ورسائل اس دل آزاری میں شرکت کے لئے مقابلہ کر رہے ہیں، لیکن پوری دنیا میں اس پر جو ردعمل ہوا اس نے دشمنوں کو بھی حیرت زدہ کر دیا، ان کو اندازہ نہیں تھا کہ اتنا شدید ردعمل ہوگا، اور اتنی بڑی تعداد میں مظاہرے ہوں گے اور پولیس کے ہاتھوں مظاہرین مارے جائیں گے، پوری دنیا میں اس احتجاجی مظاہرے کی تصویریں دکھائی گئیں اس صورت حال کی وجہ سے یورپ کے ہر گھر میں حضور کا نام لیا جارہا ہے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی شخصیت اور سیرت وکردار کے بارے میں سوالات، اور بحث ومناقشہ کے دروازے کھل گئے ہیں، ہر مجلس اور ہر گھر میں اسکا چرچا ہے، ڈنمارک ہی میں نہیں تمام مغربی ملکوں میں سیرت نبوی اور اسلام وقرآن کو جاننے کے لئے بڑے پیمانے پر لٹریچر کی تلاش ہورہی ہے، ہمارے ادارے میں انٹرنٹ اور فیکس کے ذریعہ ان کتابوں کے بارے میں سوالات کئے جارہے ہیں جن میں حضور کی سیرت وسوانح ہو، بعض ملکوں سے تو حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب نبی رحمتؐ کے انگریزی ترجمہ "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" کی یورپ میں اشاعت اور دیگر مغربی زبانوں میں اس کے ترجمے کی اجازت طلبی کے خطوط آرہے ہیں، خود یورپ وامریکہ میں مقیم مسلمانوں کے اندر غیرت وحمیت اور دینی جوش وجذبہ بڑی قوت کے ساتھ پیدا ہورہا ہے، وہ اپنے بچوں کو حضور کی سیرت سے واقف کرانے کے لئے بے چین ہورہے ہیں۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ بڑے پیمانے پر انگریزی کے علاوہ دیگر یورپی زبانوں میں اسلامی لٹریچر کو منتقل کیا جائے، اور دانشگاہوں کے علاوہ مغربی میڈیا سے براہ راست رابطہ پیدا کیا جائے، ان تک ایسی کتابیں پہونچائی جائیں اور اس کے لئے زبردست مہم چلائی جائے۔

اس وقت افغانستان وعراق میں امریکہ کی ناکامی نے بہت سارے سوالات کھڑے کردیئے ہیں، اسلام دشمن طاقتیں گھبرا کر ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں، اور اس غصہ اور جھنجھلاہٹ میں جنگ کی تمام تدبیریں استعمال کررہی ہیں، ان ہی طوفانوں میں چراغ جلانا ہے ان ہی حالات میں دعوتی جدوجہد کی قدر ہوتی ہے اور اس کے نتائج بھی جلد برآمد ہوتے ہیں، ہمیں دونوں محاذوں پر کام کرنا ہے۔ داخلی محاذ پر ہم اپنی نئی نسل کو سنبھالیں اور بیرونی محاذ پر مخالفین ومنکرین اسلام تک دعوت پہونچائیں کہ یہ وقت سب سے زیادہ مناسب ہے، صرف ہماری مخلصانہ اور دردمندانہ دعوتی کوششوں کی ضرورت ہے ؎

"ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی"

☆☆☆

نعت رسول

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں

ہر لحظہ تشفی ہے ہر آن تسلی ہے
ہر وقت ہے دلجوئی ہر دم ہیں مداراتیں

کوثر کے تقاضے ہیں تسنیم کے وعدے ہیں
ہر روز یہی چرچے ہر روز یہی باتیں

معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت
ایک فاسق وفاجر میں اور ایسی کراماتیں

بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں
بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

مولانا محمد علی جوہر

"اقبال کی زمین میں"

از:.....رئیس الشاکری

موجۂ نیل بے اماں ضرب کلیم جاں بلب
یہ بھی کسی کا راز ہے حد سے نہ بڑھ ادب ادب

مرہم جاں کی خواہشیں خاک بسر تو کیا عجب
درد ہی درد زندگی زخم ہی زخم روز وشب

آخر شب تپاک سے مجھ پہ یہ منکشف ہوا
عشق مزاجیاں سکوں عقل نصیبیاں تعب

نازش بزم آب وگل ذکر کسی جمال کا
سحر طراز آبرو نام کسی کا زیر لب

حسن ہی حسن روبرو شرم ہی شرم عاشقی
حرف بہ حرف آئینہ حیرت جاں حسب نسب

ذوق جنوں کی خامیاں قیس کا نام رہ گیا
راہ نہ دے سکا مجھے دشت کا شوق بے سبب

منزل جاں کے قرب سے بڑھ گئیں دوریاں مگر
بخش دے مجھ غریب کو راہ کے عزم کی طلب

گرم ہوا کا خوف کیوں باد سحر گہی عزیز
رزق غم حیات کا نخل یقین کے رُطب

دھوپ کی شوخیاں نہ پوچھ بجھ گئیں آفتابیاں
وجہ سکونِ دل مگر دامن سرورؐ عرب

تازہ مرے ضمیر میں معرکۂ کہن ہوا
عشق تمام مصطفیٰ عقل تمام بولہب

(اقبالؒ)

انسانیت کے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور شریف ومتمدّن دنیا کا اخلاقی فرض

دوسری قسط

از:.....حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین اور آپ کی پیدا اور تربیت کی ہوئی امت کے پوری نسل انسانی پر جو ناقابل فراموش احسانات ہیں، اور اس تہذیب وتمدن کے بقا وارتقاء کے عمل میں اس کا جو عظیم الشان کردار رہا ہے اس کو مختصراً ہم دو ناقابل انکار تاریخی واقعات کی شکل میں پیش کرتے ہیں۔

تاریخ کے طالب علم جانتے ہیں کہ ساتویں صدی ہجری (تیرہویں صدی عیسوی) میں اچانک دنیا کے متمدن ممالک، تہذیب وتمدن، علم وثقافت، اخلاق وانسانیت اور وسیع ترین اور عمیق ترین اثرات رکھنے والے دو مذہبوں اسلام اور عیسائیت، ان کے پیروؤں، اور انکی قائم کی ہوئی وسیع، ترقی یافتہ اور زرخیز سلطنتوں اور خود انسانیت کے مستقبل کو ایک ایسی صورت حال کا سامنا کرنا پڑا جو ماضی کی سب کوششوں پر پانی پھیر دینے والی، حال کے حسن وجمال اور فضل وکمال پر.....خط نسخ پھیر دینے والی اور مستقبل کے تمام روشن امکانات کو مشکوک ومدھم بنا دینے والی تھی، یہ نیم وحشی تاتاریوں اور منگولوں کا اپنے غیر معمولی اور عبقری GENIUS قائد چنگیز خاں (تموچن) کی قیادت میں متمدن مغربی وشمالی دنیا پر اچانک حملہ تھا، جو ۶۱۶ھ - ۱۲۱۹ء سے شروع ہوا، اس حملہ کی ہولناکی، ہوش ربائی، اور اس کے دنیا کے پورے تہذیبی وتمدنی، دینی وعلمی، عقلی وفکری، تعمیری وصنعتی ورثہ کو برباد کردینے کی صلاحیت اور اس کے آثار وامکانات کے ظاہر ہوجانے کا اندازہ ان چند اقتباسات سے ہوگا جو ہم چنگیز خاں کے مستند مؤرخ ہیرلڈ لیمب HAROLD LAMB کی کتاب GENGHIS KHAN. سے پیش کرتے ہیں:۔

"اس کے راستہ میں جو شہر آتے اکثر حرف غلط کی طرح مٹ جاتے، دریاؤں کے رُخ بدل جاتے، صحراء کے صحراء سراسیمہ اور لب مرگ پناہ گزینوں سے بھر جاتے، اور اس کے گزر جانے کے بعد ان علاقوں میں جو کبھی آباد تھے، بھیڑیوں اور کرگسوں کے سوا کوئی زندہ مخلوق باقی نہ بچتی"

"عیسائی دنیا بھی چنگیز خاں کی موت کے بعد منگولوں کی اگلی پشت کے مقابلہ میں اتنی ہی سراسیمہ وحیران تھی، جب کہ خونخوار مغل شہسوار مغربی یورپ کو روندتے پھرتے تھے، پولینڈ کا شاہ بولسلاس اور ہنگری کا بادشاہ بیلا ہزیمت کھا کے جنگ کے میدانوں سے بھاگے تھے اور سائی لیسیا کا ڈیوک ہنری اپنے تیوتانی شہسواروں کے ساتھ لڑتا ہوا ایک نہر LIEGNITZ میں مارا گیا تھا"

"یہ ایک ایسی جنگ تھی جو ہر حد سے متجاوز تھی، اس حد تک جیسی دوسری عالم گیر جنگ، یہ بغیر منافرت کے بنی نوع انسان کا قتل عام تھا جس کا مقصد محض انسانوں کو فنا کرنا تھا"

"انسان کی طاقت سے باہر تھا کہ منگولوں کو روک سکیں، دشت وصحراء کے تمام خطروں پر وہ غالب آئے، پہاڑ، سمندر، موسمی سختیاں، قحط، وبائیں کوئی بھی ان کی راہ میں مزاحم نہ ہوسکا، کسی قسم کے خطروں کا انھیں خوف نہ تھا، کوئی قلعہ ان کے حملہ کی تاب نہ لاسکتا تھا، اور رحم کے لئے کسی مظلوم کی فریاد ان پر اثر نہ کرتی تھی"

"اس کی فتوحات کا زیادہ تر اس کے دشمن مؤرخوں نے ذکر کیا ہے، تہذیب وتمدن پر اس کا حملہ اس قدر ہولناک اور تباہ کن تھا کہ نصف کرۂ ارض میں پھر نئے سرے سے ابتداء کرنی پڑی، پریسٹر جان کی حکومت اور ختا، قراختائی، خوارزم اور اس کے مرنے کے بعد، بغداد، روس اور پولینڈ کی سلطنتیں نیست ونابود ہوگئیں، جب یہ ناقابل شکست وحشی کسی قوم کو فتح کرتا تو اور سب لڑائیاں خود بخود ختم ہوجاتیں، حالات کی پوری رفتار چاہے وہ پہلے اچھی ہوتی یا بری، بالکل بدل جاتی اور مغلوں کی فتح کی بعد جو لوگ باقی بچتے ان کے درمیان عرصہ تک امن قائم رہتا"

کیمبرج کی "تاریخ عہد وسطیٰ" کے مصنفوں نے منگولوں کے اس لرزہ خیز حملہ کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:۔

"تاریخ عالم میں اس نئی قوت کا ظہور یعنی ایک شخص واحد کی یہ قابلیت کہ بنی نوع انسان کے تمدن کو بدل دے، چنگیز خاں سے شروع ہوا اور اس کے پوتے قوبیلائی خاں پر ختم ہوگیا، جس کے زمانہ

میں مغلوں کی سالم اور بسیط سلطنت نے تقسیم وتفریق کے آثار ظاہر کرنے شروع کردیئے، ایسی طاقت پھر کبھی دنیا کے پردہ پر ظاہر نہیں ہوئی''

یہ حملہ اور اس کی دہشت ترکستان وایران وعراق تک محدود نہ تھی یورپ کے دور دراز ملکوں تک پھیل چکی تھی، جہاں ان نیم وحشی تاتاریوں کا پہنچنا ایک بعید از قیاس بات تھی، گبن GIBBON اپنی مشہور کتاب ''تاریخ انحطاط وسقوط روما'' (THE DECLINE AND FALL OF THE ROMAN EMPIRE) میں لکھتا ہے:۔

''سویڈن کے باشندوں نے روس کے ذریعہ تاتاری طوفان کی خبر سنی، ان پر اتنی دہشت طاری ہوئی کہ وہ ان کے خوف سے اپنے معمول کے مطابق انگلستانی سواحل پر شکار کھیلنے کے لئے نہیں نکلے''

تاتاریوں نے پہلے بخارا کی اینٹ سے اینٹ بجادی اور اس کو ایک تودۂ خاک بنادیا، شہر کی آبادی میں سے کوئی زندہ نہیں بچا، پھر سمرقند کو خاک سیاہ کردیا، اور ساری آبادی کو فنا کے گھاٹ اتار دیا، یہی حشر عالم اسلام کے نامی گرامی شہروں کا ہوا، اس کا پورا امکان تھا، اور یورپ کی اخلاقی حالت، سیاسی انتشار وابتری، اور معاشرہ کی وہ خرابی (جس کا ہم نے حقیقت پسند اور حقیقت نگار مغربی مصنفین کے حوالہ سے اوپر ذکر کیا ہے) اس کی دعوت دیتے تھے، اور اس کے لئے فضا ہموار کرتے تھے کہ عالم اسلام کی آخری متحدہ طاقت خوارزم شاہی سلطنت کو نیست ونابود کرنے اور عالم اسلام کے مرکزی آباد اور گلزار شہروں کو کھنڈر بنانے کے بعد تاتاری مسیحی مغرب کا رخ کریں اور اس کا بھی یہی حشر ہو جو اسلامی مشرق کا ہوا۔

ایچ جی ولز (H.G. WELLS) کا قول ہم نقل کرچکے ہیں کہ:۔

''اگر کوئی سیاسی پیشین گو ساتویں صدی کے آغاز میں دنیا کا جائزہ لیتا تو اس نتیجہ پر پہنچتا کہ صرف چند صدیوں کی بات ہے کہ پورا یورپ اور ایشیا منگولوں کے زیر اقتدار آجائے گا''

ہیرالڈ لیمب (HAROLD LAMB) لکھتا ہے:۔

''(چنگیز خاں) کی جہاں آشوبی وغارتگری نے تمدن کو ایسا سخت صدمہ پہنچایا کہ نصف دنیا میں تہذیب وشائستگی کو مرکز از سر نو جنم لینا پڑا..... خوارزم کی سلطنت، بغداد کی خلافت، روس کی مملکت اور کچھ دنوں کے لئے پولینڈ (پولار) کی حکومتیں مٹ گئیں''

وہ مزید لکھتا ہے:۔

''جس وقت مغلوں نے دھاوا کیا تو جرمن فوجیں اور پولینڈ کی فوجیں مغلوں کے حملہ کی تاب نہ لاسکیں اور مغلوں نے ان کو تقریباً نیست ونابود کردیا''

لیکن دفعتاً معجزہ کی طرح ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس نے تاریخ کا رُخ ہی بدل دیا، اور متمدن دنیا کو اطمینان کا سانس لینے ہی کا نہیں بلکہ تمدن وتہذیب، قوت واستحکام اور ترقی وخوشحالی اور علم وفکر کی خدمت کا نیا سفر شروع کرنے کا موقع دیا، وہ یہ کہ یہ ناقابل تسخیر فاتح قوم اپنے مفتوح اور بے دست وپا مسلمانوں کے دین کی حلقہ بگوش بن گئی، جو اپنی ہر قسم کی مادی وسیاسی طاقت کھو چکا تھا۔ اور جس کے پیروؤں کو تاتاری سخت ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھتے تھے، پروفیسر ٹی ڈبلو آرنالڈ (T.W. ARNOLD) اپنی مشہور کتاب ''دعوت اسلام'' PREACHING OF ISLAM میں استعجاب کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے:۔

''لیکن اسلام اپنی گزشتہ شان وشوکت کے خاکستر سے پھر اُٹھا، اور واعظین اسلام نے انھیں وحشی مغلوں کو جنھوں نے مسلمانوں پر کوئی ظلم باقی نہ رکھا تھا، مسلمان کرلیا''

جن مخلصین نے اس خون آشام تاتاری قوم کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا، ان میں بہت کم لوگوں کے نام دنیا کو معلوم ہیں، مگر ان کا یہ کارنامہ تاریخ عالم کے کسی تعمیری، اصلاحی، یا انقلابی کارنامہ سے کم نہیں، ان کا احسان نہ صرف مسلمانوں پر، نہ صرف مسیحی مغرب پر بلکہ پوری انسانیت پر قیامت تک رہے گا کہ انہوں نے دنیا کو وحشت وبربریت اور ایک بے یقینی اور سراسیمگی کی عالم گیر کیفیت سے نکال کر، نظم وانضباط، علم دوستی وعلم پروری، جوہر شناسی اور فضل وکمال کی قدردانی کی فضا میں منتقل کردیا، اور علم وفکر، تصنیف وتالیف، تدریس وتعلیم، فن وادب نے ایک معتدل فضا اور فضل وکمال اور محنت وجگر کاوی کی قدر کرنے والوں کے سایہ میں نئے سرے سے اپنا سفر شروع کیا۔

چنگیز خاں کی سلطنت اس کے انتقال کے بعد اس کے چار بیٹوں کی چار شاخوں میں بٹ گئی تھی، ان چاروں شاخوں میں اسلام کی اشاعت تیزی کے ساتھ شروع ہوگئی، اور تاتاری خاقان اور ان کی دعوت وتبلیغ واثر سے تاتاری قوم مسلمان ہونا شروع ہوگئی، یہاں تک کہ ایک صدی کے اندر اندر تقریباً ساری تاتاری قوم مسلمان ہوگئی۔

اسلام کی اس اشاعت کا فرض انجام دینے والوں اور ان بزرگوں اور کارپردازان حکومت کے واقعات کا جن کی اخلاقی بلندی، دل آویزی، ذاتی کردار اور خلوص وروحانیت کے اثر سے یہ خون آشام اور جنگجو تاتاری اسلام قبول کرنے پر آمادہ ہوئے، آج بھی دلوں کو تڑپاتے اور روحوں کو گرمادیتے ہیں۔

(باقی آئندہ)

تجزیہ

مغربی تہذیب

چہرہ روشن، اندروں چنگیز سے تاریک تر

از.....مولانا محمد واضح رشید ندوی

آقائے نامدار محسن انسانیت جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن کی عزت وشرافت عفت وپاکدامنی اور انسانیت نوازی کی گواہی قرآن کریم نے ان الفاظ میں دی ہے ﴿ورفعنا لك ذكرك﴾ ﴿ان شانئك هو الأبتر﴾ ﴿انك لعلى خلق عظيم﴾ ایسی مقدس وپاک طینت شخصیت کے خلاف یورپین اخباروں میں شائع ہونے والے اہانت آمیز کارٹونوں سے مغربی تہذیب کی حقیقت واصلیت اور اس میں پائے جانے والا تضاد سامنے آگیا ہے، جس سے دنیا کو معلوم ہوگیا ہے کہ مغربی تہذیب اخلاقی اور انسانی قدروں سے کس قدر عاری ہے، جب کہ مغربی تہذیب کے علمبردار دعویٰ یہ کرتے ہیں کہ باہمی عزت واحترام اور عفو ودرگذر کی بنیادوں پر ہی کسی تہذیب وثقافت کی تشکیل وتعمیر ہوا کرتی ہے۔ تہذیبوں کے اولین اور بنیادی اصول یہی عفو ودرگذر اور انسانی تعاون وہمدردی کے جذبات ہوا کرتے ہیں، ہر وہ تہذیب جس میں یہ اصول ومبادیات اور عناصر موجود نہ ہوں اسے ہرگز تہذیب وثقافت کے نام سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ تہذیب انفرادی آزادی، مطلق العنانی ظلم وزیادتی اور خودرائی کے سراسر مخالف ہے۔ اور ہر وہ معاشرہ جس میں انفرادی آزادی، عصبیت قومی اور انانیت وخودمختاری کو بڑھنے اور ترقی کرنے کا موقع ملتا ہو اس معاشرہ میں حقیقی تہذیبی واخلاقی اقدار کبھی بھی فروغ نہیں پاسکتے۔ اسی کے ساتھ ایک ایسے نظام قانون کا پایا جانا بھی ضروری ہے جس میں مختلف طبقوں کے عقائد وخیالات اور دوسروں کے جذبات کا بھرپور خیال رکھا گیا ہو، اس لئے کہ جس معاشرہ میں باہمی تعاون وہمدردی اور عفو ودرگذر کی روح موجود نہ ہو وہاں یک قطبی نظام عمل کا قیام کیسے مکمل ہوسکتا ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں کسی شخص یا جماعت کو دوسروں کی توہین وہتک عزت کرنے، ان کے عقائد ودینی اقدار وروایات کا تمسخر کرنے اور ان کے مقدسات کو پامال کرنے کی پوری آزادی دی جاتی ہو وہاں ایسے نظام عمل کے قیام کا منصوبہ کیونکر پایہ تکمیل کو پہونچ سکتا ہے۔

آج یورپ جس آزادی رائے کا راگ الاپ رہا ہے، اور اسے وہ تہذیب وتمدن کا رکن اساسی قرار دیتا ہے اگر اس سے کسی انسان کی عزت وشرافت پر حرف آتا ہو یا اس سے کسی مخصوص طبقہ کے عقائد اور مذہبی قدروں کی حرمت وتقدس کی پامالی ہوتی ہو تو خود یہ علمبرداران حریت اس آزادی پر پابندیاں عائد کرنے کا مطالبہ کرنے لگتے ہیں، کوئی بھی معاشرہ ایسا نہیں جو اظہار رائے کے حق کو مطلقاً آزادی دیتا ہو۔ اور اس پر کسی قسم کی اخلاقی یا مذہبی پابندیاں عائد نہ کرتا ہو، پوری دنیا اس اظہار رائے کے حق کو کچھ ضوابط واصول اور حدود وقیود کا پابند بناتی ہے، اس لئے کہ اس کو مطلق آزادی دے دینے کی صورت میں لاقانونیت، طوائف الملوکی، اخلاقی وفکری انارکی کے عناصر سر ابھارتے ہیں یا کم از کم اس سے باہمی تعلقات میں کشیدگی اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اہانت آمیز کارٹون شائع کرنے والے ڈنمارک کے اخبار کے خلاف ان مدعیان حریت نے سخت موقف اختیار نہ کرنے یا کم از کم ناپسندیدہ وغیر شائستہ قرار نہ دینے میں اسی فلسفہ حریت وآزادی رائے کا سہارا لیا ہے، اسی لئے اس کارٹونسٹ پر کسی قسم کی نکتہ چینی نہیں کی۔ ان کی نظر میں ایسا کرنا اظہار رائے کی آزادی میں مداخلت کے مرادف ہے۔

نائب امریکی وزیر خارجہ کے بیان سے بھی اسی کی طرف اشارہ ملتا ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ صحافت کو کسی بھی طرح مقید نہیں کیا جاسکتا۔ اسی طرح انہوں نے اہانت آمیز کارٹونوں کے خلاف پوری دنیا میں ہونے والے احتجاجی مظاہروں پر سخت تنقید کی ہے، انہوں نے کہا کہ یہ احتجاج اور مظاہرے غیر اخلاقی اور ناپسندیدہ ہیں، نیز امریکی وزیر خارجہ ''کونڈولیزا رائس'' نے کہا کہ ان کارٹونوں کی اشاعت سے وہ متفق نہیں، لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی کہا کہ پورے عالم اسلام میں اس کے ردعمل کے طور پر ہونے والے اشتعال انگیز مظاہرے اور احتجاج بھی کسی طرح جائز نہیں قرار دیئے جاسکتے۔ انہوں نے شام وایران کو دھمکی دی کہ ان مظاہروں اور احتجاجوں کا انجام اچھا نہیں ہوگا، انھوں نے ان دونوں سے ان مظاہروں واحتجاجی جلوسوں پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا، اور کہا کہ ان کے خلاف سخت کارروائی کی جائے، اس بیان کے فوراً بعد ہی بعض مسلم ممالک خصوصاً پاکستان نے مظاہروں کے خلاف سخت کارروائیاں کیں، بڑی تعداد میں احتجاج کرنے والوں اور مظاہرین کو گرفتار کیا گیا۔

آزادیٔ رائے کے سلسلہ میں خود یورپ کے رویہ کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آزادیٔ رائے

کا فلسفہ متضاد بنیادوں پر قائم ہے۔ اس لئے کہ میڈیا اور صحافت کے ذریعہ جس وقت اسلام اور مسلمانوں کو بدنام کرنے اور ان کی مقدس ومحترم شخصیات کی توہین کی جاتی ہے تو صحافت کو مطلقاً آزاد چھوڑ دیا جاتا ہے اور اس پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی جاتی۔ لیکن اگر مسلمان اسی آزادی رائے کے حق کا استعمال کر کے غیر انسانی وجارحانہ حملوں کے خلاف اپنے غم وغصہ کا اظہار کریں تو یورپ کے مدعیان حریت اسے خلاف انسانیت وناپسندیدہ عمل قرار دیتے ہیں، یہ عجیب وغریب تضاد ہے کہ ایک طرف تو اظہار رائے کی مطلقاً آزادی حاصل ہو اور دوسری طرح اس پر پابندیاں لگائی جائیں۔

اس تضاد کی بدترین مثال یہ ہے کہ ڈنمارک کے اخبار "جیلنڈس پوسٹن" نے جب نبی انسانیت کے اہانت آمیز کارٹون شائع کئے تو یورپ وامریکہ نے اس کی اس ذلیل حرکت کو آزادئ رائے کا نام دے کر پروانۂ جواز عطا کر دیا، اور ذرہ برابر بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ اس واقعہ کے بعد دیگر یورپین اخباروں نے بھی ان اہانت آمیز کارٹونوں کو دوبارہ شائع کیا، اور ان کے خلاف کسی قسم کا کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا، یہ مغرب کا خبث باطنی ہے، ان اہانت آمیز کارٹونوں کے تعلق سے خود یورپ کا آزادئ رائے کے سلسلہ میں متضاد رویہ اس کی دوغلی پالیسی کو بے نقاب کرتا ہے۔

ٹائمس آف انڈیا کے ۲۵ فروری کے شمارے کے مطابق لندن کے میئر کین لیونگسٹن (Kenlevingiston) کو اپنے عہدہ سے صرف اس بنا پر ہٹا دیا گیا کہ انہوں نے ایک یہودی صحافی کا ایک نازی فوجی کیمپ کے چوکیدار سے موازنہ کیا، میئر کو عہدہ سے معطل کر دینا آزادئ اظہار رائے کے سراسر خلاف ہے، لیکن مدعیان حریت نے اس پر کوئی احتجاج نہیں کیا۔

دوسری طرف یہودیوں کے متعلق ایرانی صدر محمود احمدی نژاد کے ایک بیان پر پورے یورپ میں کھلبلی مچ گئی، اس لئے کہ صدر ایران نے "ہولوکاسٹ" کے سلسلہ میں اپنے شک وشبہ کا اظہار کیا تھا، کیونکہ یورپ نے ہولوکاسٹ کی تحقیق وتفتیش کرنے پر پابندی عائد کر رکھی ہے، یورپ "ہولوکاسٹ" کے مسئلہ پر لب کشائی کو سامی دشمنی پر محمول کرتا ہے، تازہ خبر ہے کہ آسٹریا کی ایک عدالت نے مشہور برطانوی مؤرخ ڈیوڈ آروِنگ کو قید کرنے کی سزا دی ہے صرف اس بنیاد پر کہ انہوں نے بھی ہولوکاسٹ کی سچائی پر شک کا اظہار کیا ہے۔ آزادئ رائے پر پابندیوں کا سلسلہ یہیں ختم نہیں ہوتا بلکہ یورپ نے تو تعلیم وتربیت کے مراکز پر پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔ کسی شخص کو مغربی تہذیب وتمدن کی برائیوں پر تنقید کرنے کی آزادی حاصل نہیں، افغانستان وعراق میں جاری امریکی ظلم وستم اور ایذا رسانیوں، نیز عالم اسلام کے بیشتر ممالک میں یوروپ کے دباؤ، مختلف قسم کی پابندیوں کے خلاف بھی کسی کو آواز بلند کرنے کا حق حاصل نہیں، یہ واقعات کوئی نئے نہیں پوری دنیا اس سے واقف ہے، خود امریکی صدر جارج ڈبلو بش نے دہشت گردی کے خلاف لڑی جانے والی جنگ کے دوران کہا تھا کہ ان کے منصوبے اور نظریہ سے جو شخص بھی متفق نہیں وہ ان کا دشمن ہے۔ دنیا کا کوئی بھی صدر یا لیڈر جو ان کی مخالفت کی جرأت کرے گا اس کے خلاف سخت کارروائیاں کی جائیں گی۔

اس عجیب وغریب تضاد کی تازہ مثال فلسطین کے پارلیمانی انتخابات میں "حماس" کی شاندار فتح ہے کہ جب فلسطینیوں نے جمہوری طریقہ پر اپنا حق رائے دہی استعمال کر کے ملک کے پارلیمانی انتخابات میں "حماس" کو منتخب کیا تو پورا یورپ چراغ پا ہو گیا۔ آزادئ رائے کا تقاضہ تو یہ تھا کہ امریکہ حکومت کی تشکیل میں تنظیم حماس کا تعاون کرتا، اور اس کی ہر ممکن مدد کرتا، کیونکہ حماس کی فتح اس امر کا بین ثبوت ہے کہ فلسطینی عوام نے اس میں آزادئ رائے کے حق کا استعمال کیا ہے، اس کے برخلاف امریکہ تنظیم حماس کی نہ صرف یہ کہ اس کی امداد بند کرنے اور اس سے تعلقات منقطع کرنے کی دھمکی بلکہ اسے اقتدار سے دور رکھنے کی تدبیریں بھی کر رہا ہے۔

پوری دنیا میں وسیع پیمانے پر آزادی رائے پر پابندیاں لگائی جا رہی ہیں، اور خود یوروپ وامریکہ بھی اس کے مخالف ہیں حتی کہ بعض ممالک کی عدالتوں کے فیصلے بھی ان بندشوں اور پابندیوں سے آزاد نہیں، ججوں کو امراء وحکام کی خواہشات اور ان کے مفادات کے مطابق فیصلہ کرنے پر مجبور کیا جاتا ہے، آزادئ رائے کے حق کا استعمال کرنے والے صحافیوں اور نامہ نگاروں کو کبھی تو نظر بند کر دیا جاتا ہے اور کبھی انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا ہے۔

آزادئ رائے کے اس فلسفہ کا کھوکھلا پن اس واقعہ سے اور واضح ہو جاتا ہے کہ جس اخبار نے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز کارٹون شائع کئے ہیں اسی نے اس سے قبل بعض ان شخصیات کا جو ڈنمارک کی اکثریت کے نزدیک مقدس ومحترم خیال کی جاتی ہیں کارٹون شائع کرنے سے انکار کر دیا تھا اس کے اس انکار کو مطلقاً آزادئ رائے کے مخالف نہیں سمجھا گیا، جس کا واضح مطلب یہی ہے کہ یوروپ آزادئ رائے کا ایک خاص تصور رکھتا ہے، اور اسی مقصد کے خاطر آزادئ رائے کے حق کا استعمال کیا جاتا ہے۔

ان اہانت آمیز کارٹونوں کی اشاعت سے حقیقتاً سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی، اس سے تو مسلمانوں کی دینی غیرت وحمیت میں اضافہ ہی ہوا ہے، اس لئے کہ ان کارٹونوں کے خلاف پوری دنیا کے مسلمانوں نے زبردست احتجاج کئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں اپنے عشق ومحبت.... (بقیہ صفحہ ۱۱ پر)

حدیث دل

دوسری قسط

انسانی زندگی کی تشکیل میں کتاب وسنت کا کردار

از: ..... مولانا عبداللہ حسنی ندوی

ظاہری اور باطنی دونوں سنتوں کا اہتمام کرنا ضروری ہے

ہم لوگوں نے ظاہر میں سنت کو محصور کر دیا ہے کہ سنت صرف یہ ہے کہ ٹخنوں سے اوپر پاجامہ ہو جائے، داڑھی سنت کے مطابق ہو جائے، یہ بہت اچھی بات ہے اور اس کی پابندی اور پورا لحاظ کیا جانا چاہئے کیونکہ ظاہر سے پرواز وابستہ ہے اور باطن سے بقاء، کبوتر ہے پر کاٹ دیجئے اڑ نہیں سکتا، پرواز نہیں کر سکتا لیکن اگر روح نکل جائے تو پر چاہے کتنے اچھے اور خوشنما ہوں کسی کام کے نہیں۔ اس لئے ظاہری سنتوں کے ساتھ اندرونی اور باطنی سنتوں کا اہتمام ہونا چاہئے مگر ہو یہ رہا ہے کہ ان سے محرومی ہوتی جا رہی ہے۔ کیفیات واحوال تو درکنار ہم سب بے حال بلکہ بدحال ہیں۔ ان سنتوں کی طرف خیال بھی نہیں جاتا۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ تم اس طرح رات گذارو کہ تمہارے دل میں کسی کی طرف سے کھوٹ نہ ہو۔ "لیس في قلبك غش لأحد" دل بالکل صاف ہو پھر آپ نے فرمایا کہ یہ میری سنت ہے، تو سب سے اعلیٰ درجہ کی سنت یہ ہے کہ دل صاف ہو دل میں میل نہ ہو یہ بھی سنت ہے اسی طرح استحضار نیت کی سنت ہے۔

فرمایا "شر الأمور محدثاتها" یہ جو نو ایجاد کردہ چیزیں ہیں یہ سب سے بدترین معاملات ہیں، ہمارے حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات اٹھا کر دیکھئے آپ نے کئی جگہ بڑے شد ومد کے ساتھ بڑے زور بیان کے ساتھ یہ بات لکھی ہے کہ بندہ ناچیز کو بدعت میں سوائے ظلمت وتاریکی کے کچھ نظر نہیں آتا اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ بندہ کو بدعت حسنہ اور سیئہ میں کوئی فرق نظر نہیں آیا۔ بدعت بدعت ہے چاہے اس کا نام حسنہ رکھا جائے یا سیئہ رکھا جائے۔ یہی سید احمد شہیدؒ کا معاملہ ہے ہر چیز جو ہے سنت کے مطابق ہے اور بدعت سے طبیعت میں نفرت ہے، ہونا یہ چاہئے ذرا سا معلوم ہو جائے کہ یہ بدعت ہے تو گھبرا جائے بچا تاویلات میں مبتلا نہ ہو، اس لئے فرمایا کل بدعة ضلالة ہر بدعت گمراہی ہے اگر اتنی شد ومد کے ساتھ بدعت کے خلاف نہ کہا جاتا تو آج دین تو باقی ہی نہ رہتا، سوائے بدعات وخرافات کے کچھ بھی نہ رہ جاتا اتنے شد ومد کے ساتھ کہنے کے باوجود بدعت کے کتنے ڈیرے ہیں۔ اگر نہ کہا جاتا تو کیا ہوتا، ہمارے اکابر کا تو یہ مقام تھا کہ حضرت مجدد صاحب کے بارے میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ بھولے سے بیت الخلا میں داہنا پیر خلاف سنت داخل ہو گیا تو ساری کیفیات واحوال جاتے رہے۔ توبہ استغفار اور ندامت کے بعد احوال واپس ہوئے ہم حسد وکینہ اور بغض رکھتے ہیں کیا اس میں برکت ہوگی، حضرت رشید احمد گنگوہی نے فرمایا کہ نیت بھی سنت کے مطابق ہو، اور دل بھی سنت کے مطابق ہو اخلاص ہو، سنت کے مطابق عمل ہو پھر ترقی کرنے میں کوئی چیز رکاوٹ نہیں بن سکتی، ہم ہر لمحہ خطا کرتے ہیں اور ہر لمحہ ہمارا کام سنت کے خلاف ہوتا ہے اگر ہم آپ غور کریں یہاں سے آپ گھر تک جائیے گھر سے بازار تک جائیے آپ اگر غور کرتے رہے تو محسوس ہوگا کہ ہم کس قدر سنت کے خلاف عمل کرتے ہیں، مسجد سے نکلے داہنا پیر پہلے نکال دیا سنت کے خلاف ہو گیا راستے میں کسی مسلمان بھائی سے ملاقات ہوئی تو منھ بنا کے بداخلاقی سے ملے سنت کے خلاف ہو گیا۔ مسکرا کر ملنا چاہئے یہ سنت ہے، گھر میں داخل ہوئے سلام نہیں کیا غرض صبح سے شام تک ہم سنت کے خلاف کرتے ہیں تو برکت کیسے ہو؟ اور ان حضرات کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ صبح سے شام تک سنت پر عمل کرتے ہیں، قدم اٹھاتے ہیں تو سوچتے ہیں کہ یہ سنت کے مطابق پڑ رہا ہے یا نہیں اسی کو اپنے انداز میں حضرت ابوالحسن شاذلی نے ایک مرتبہ جوش میں فرمایا کہ اگر رسول پاک علیہ السلام ایک لمحہ کیلئے آنکھوں سے اوجھل ہو جائیں تو اپنے کو ولی نہ کہوں، تو اس میں بات یہی ہے کہ سنت آنکھوں سے اوجھل نہ ہو، کوئی لمحہ ایسا خالی نہ جاتا ہو کہ سنت پیش نظر نہ ہو یہ اصل بات ہے جس کو یہ بات حاصل ہو جائے اس کی ترقی میں کوئی چیز حائل نہیں ہو سکتی۔

آپ فرماتے ہیں "انا اولی بکل مؤمن من نفسه" میں ہر مومن سے اس کی جان سے عزیز ہوں، قریب ہوں، محبوب ہوں، یعنی رسول پاک علیہ السلام کا جو ہم سے تعلق ہے وہ اتنا بڑھا ہوا ہے کہ ہم کو جو اپنی ذات سے تعلق ہے وہ بھی ہیچ ہے۔ یہ ہے شفقت جناب رسول اللہ کی، اس لئے ہر شخص کو رسول اللہ کا احسان مند ہونا چاہئے اور احسان مندی کا تقاضہ ہے کہ سنت پر عمل ہو اور آپؐ سے محبت کرے اور محبت کس طرح کرے یہ آگے آ رہا ہے، پھر فرمایا کہ کوئی مال چھوڑ کر جائے تو اس کی میراث اس کے ورثاء میں تقسیم ہوگی لیکن اگر بچے چھوڑ کر گیا ہے کوئی ان کا پالنے والا نہیں ہے، یتیم بچے ہیں تو میں ان کو پالوں گا، میں ان کی دیکھ بھال کروں گا، قرض چھوڑ کر جاتا ہے وہ بھی میں ادا کروں گا، اس طرح رسول اللہ کا احسان امت پر ہے آپ محسن اعظم ہیں جس کی گواہ آپ کی تعلیمات اور ارشادات ہیں اور آپ ﷺ نے جو کچھ احادیث میں فرمایا ہے غور کیا جائے تو اندازہ ہوگا کہ آپ کو اپنی امت بلکہ ایک ایک فرد سے کتنی محبت وشفقت تھی، حضرت عرباض بن ساریہ فرماتے ہیں رسول اللہؐ نے ایک مرتبہ تقریر

فرمائی بڑی بلیغ کہ دل ہل گئے، آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسولؐ یہ تو ایسا وعظ معلوم ہوتا ہے جو الوداع کہنے والے کا ہو اس لئے کچھ نصیحتیں بھی فرما دیجئے تو آپؐ نے فرمایا "أوصيكم بتقوى الله" سب سے پہلی میری وصیت یہ ہے کہ تقویٰ اختیار کرو اور ظاہر ہے تقویٰ کا تعلق پوری زندگی سے ہے۔

تقویٰ کیا ہے؟ تقویٰ بچنے کو کہتے ہیں، اب بچنے کی بہت سی قسمیں ہیں، سب سے زیادہ بچنا ضروری ہے شرک سے کفر سے بدعت سے معصیت سے پھر شبہات سے۔ یہاں تک کہ مباحات سے، جو مباح چیزیں ہیں ان سے بھی احتراز کرے یہ سب تقویٰ میں آجائے گا، تو پہلے آپؐ نے تقویٰ کی وصیت فرمائی اور سمع وطاعت کا حکم فرمایا کہ سنو اور مانو اگرچہ تمہارے اوپر کوئی حبشی غلام ہی امیر بنا دیا جائے۔

امیر و ذمہ دار کی ضرورت

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امیر بنا کر رکھنا چاہئے، اپنے اوپر کسی نہ کسی کو ذمہ دار بنانا چاہئے اور اس کی عملی مشق اس طرح کروائی گئی ہے کہ سفر میں اگر دو تین لوگ جارہے تو ان میں سے ایک کو امیر بنالو جب تین دن کے سفر کیلئے چار دن کے سفر کیلئے حکم ہے کہ امیر بنالو تو زندگی کے سفر کیلئے امیر نہیں بنایا جائے گا؟ جہاں تک امارت وخلافت والی بات ہے اس کی تو بہت تاکید ہے، صحابہ کرام نے اسی اہمیت کے پیش نظر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز وتدفین سے پہلے اس مسئلہ کو طے کیا جو کسی نہ کسی شکل میں ایک صدی پہلے تک باقی تھی لیکن الغائے خلافت کے بعد پورے مسلمان اجتماعی طور پر خلاف سنت پر راضی ہیں سمجھئے کہ یہ خلاف سنت کام پورے عالم میں ہورہا ہے اس لئے کہ خلیفہ کا ہونا مسلمانوں کیلئے لازم ہے اور جب تک وہ بن نہیں جائے گا ہر فرد گنہگار رہے گا۔ جس کی نحوست کا کھلی آنکھوں مشاہدہ ہورہا ہے ہر طرف خودرائی بے راہ روی بدعملی غیروں کی نقالی اور نہ جانے کتنے روگ امت کو لگ گئے، اس کے بعد فرمایا جو تم میں سے زندہ رہے گا بڑے اختلافات دیکھے گا۔ ایسے میں کرنا کیا پڑے گا "فعليكم بسنتي" تم کو میری سنت سے کام لینا ہوگا۔ "وسنة الخلفاء الراشدين المهدين" اور خلفاء راشدین کے طریقہ پر گامزن رہنا ہوگا۔

گویا جو آپ کی سنت ہے وہ خلفا راشدین کی سنت ہے اور خلفاء راشدین رسول اللہ کی سنت کو چھوڑ کر اور کوئی طریقہ اختیار نہیں کرسکتے، تو آپؐ نے فرمایا کہ ان کے راستے پر چلو کیونکہ بہت سی چیزیں ہیں جن کی وضاحت اور تشریح خلفاء راشدین کے ذریعہ ہوئی خاص طور سے حضرت ابوبکر وحضرت عمرؓ اس کو واضح کردیں گے تو تم ان کی وضاحت پر عمل کرنا اس سے یہ بات بھی صاف ہوگئی کہ حضرات صحابہ کرامؓ بھی معیار ہیں اور خاص طور پر خلفائے راشدین کا طریقہ تو سنت ہی سے مستفاد ہے اس لئے دانتوں سے مضبوطی سے تھام لو اور نو ایجاد کردہ چیزوں سے بچتے رہو اس لئے کہ ہر نو ایجاد کردہ چیز بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے۔

آخر دور میں سنت پر عمل کرنے والے علماء رخصت ہوجائیں گے

عام لوگوں کو علماء سے رجوع کرنا چاہئے لیکن یہ بھی فرمایا جارہا ہے کہ آخری دور میں علماء بھی اٹھ جائیں گے حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ علم دینے کے بعد یکدم سے نہیں کھینچ لے گا کہ کسی نے علم حاصل کیا اور معلوم ہوا کہ ایکدم سے نکل گیا غائب ہوگیا ایسا نہیں ہوگا بلکہ وہ علم جائے گا علماء کے دنیا سے رخصت ہوجانے کے ساتھ پھر کیا ہوگا؟ جہلاء باقی رہ جائیں گے اور پھر انہی سے پوچھا جائے گا مسائل معلوم کئے جائیں گے۔ اس میں سمجھنے کی بات یہ ہے کہ علماء کی تو بظاہر کثرت ہورہی ہے اور حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علماء اٹھ جائیں گے اور ان سے علم رخصت ہوتا جائے گا اس لئے اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے۔ علم سے مراد ہرگز حروف شناسی نہیں ہے علم کیلئے کم از کم چار چیزوں کی ضرورت ہے اگر ان میں کسی درجہ بھی کمی آجائے گی تو اس درجہ میں علم کم ہوجائے گا اس میں ایک یقین ہے دوسرا عمل ہے تیسرا خشیت ہے چوتھا تقویٰ ہے یہ سب چیزیں حدیث وقرآن کی ہیں جس شخص کے پاس علم ہو یقین نہ ہو وہ علم نہیں، علم ہے عمل نہیں وہ بھی معتبر نہیں علم ہے خشیت نہیں وہ بھی قابل اعتبار نہیں۔

علم ہو تقویٰ نہ ہو وہ بھی قریب جانے کے لائق نہیں، علماء کہنے کو تو رہ جائیں گے ہوسکتا ہے ان کے پاس سند بھی ہے لیکن حقیقی علم سے کورے ہوں گے یا وہ لوگ رہ جائیں گے جو براہ راست قرآن وسنت سے آگاہ نہیں ہوں گے ادھر ادھر کی کتابیں پڑھ کر عالم بن جائیں گے نہ اہل علم سے رابطہ رکھیں گے اور علماء کی خدمت میں رہ کر علم حاصل کیا ہوگا اور نہ ان کے پاس وقت گذارا ہوگا یا عالموں کا روپ اختیار کرلیں گے اور لوگ انہیں سے فتویٰ پوچھنے لگیں گے وہ رائے زنی کریں گے اس طرح وہ بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے یہ بھی آج کل بہت ہورہا ہے فتویٰ دینے میں اتنے تیز ہوتے ہیں کہ ذرا سا مطالعہ کرلیا کچھ شد بد ہوگئی، اور ادھر ادھر سے کچھ معلوم ہوگیا فتویٰ دینے کو تیار اور آج کل اتنی جرأت بڑھ گئی ہے کہ سب فتویٰ دے رہے ہیں فرمایا کہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے ان کو جہلاء کہا گیا جس کا صاف مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پڑھے لکھے ہوں، جدید علوم کے ماہر ہوں، ان کا مطالعہ بھی ہو، لیکن قرآن وحدیث کا براہ راست علم نہ ہو تو وہ عالم نہیں کہا جاسکتا۔

یہود کو عقل ودانائی کے باوجود بے وقوف کہا گیا یہودیوں کو قرآن مجید میں ایک جگہ سفہاء کہا گیا ہے حالانکہ سب سے بڑے عقلمندوں میں پڑھے لکھوں میں ان کا شمار ہوتا ہے لیکن قرآن میں سفہاء کہا گیا ہے بے وقوف ہیں بلکہ ایک جگہ خود بھی قرآن مجید نے کہا ہے کہ ہم نے ان کو سارے جہاں والوں پر فضیلت دی تھی بڑوں کی اولاد ہیں، بہت سے کمالات حاصل تھے آج بھی دیکھ لیجئے دنیا میں غیر معمولی صلاحیتوں کے مالک ہیں (کیسی کیسی چیزیں ایجاد کیں کہ عقل

دنگ رہ جاتی ہے) تو یہ عقل کی کمی کی وجہ سے ہے؟ کہ انہوں نے کیسی کیسی چیزیں ایجاد کیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے لیکن قرآن کہتا ہے ﴿سيقول السفهاء﴾ بے وقوف کہیں گے یعنی ایسے عقلمند کے پرلے درجہ کے بے وقوف ہیں کہ سب جان کر سمجھ کر بھی راہ حق قبول نہ کی۔ اسی طرح ایسے پڑھے لکھے جو پرلے درجہ کے جاہل ہوں گے وہ فتویٰ دیں گے اس لئے کہ یہ علم قرآن مجید وحدیث سے تعلق رکھتا ہے۔ جب تک قرآن وحدیث میں درک نہ ہو اور قرآن مجید کا اچھا مطالعہ نہ ہو براہ راست اس کو سمجھتا نہ ہو اس کو سیکھا نہ ہو، علما کی خدمت میں رہ کر اس کی مشق نہ کی ہو اس وقت تک فتوے دینے کی جرأت کیسے کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کو جہالت کے سوا اور کیا کہا جائے گا جہال سے واللہ اعلم یہ نہیں ہے بے پڑھے لکھے لوگ بلکہ پڑھے لکھے جاہل اور آج کل یہی ہے کہ جدید علوم کے ماہر ہیں، ساتھ ساتھ ایک دو دینی کتابیں پڑھ لیں بہت بڑے مفتی بنے بیٹھے ہیں، درس قرآن دے رہے ہیں تو اس کا نتیجہ کیا ہورہا ہے وہ خود گمراہ ہورہے ہیں اور دوسروں کو گمراہ کررہے ہیں، یہ بات بڑی خطرناک ہے، اسی لئے آپؐ نے فرمایا علماء رخصت ہوتے چلے جائیں گے۔ تو آج کل جو ہمارے علماء ہیں فارغ ہونے والے ان کا بھی حال کچھ ایسا ہی ہوتا جارہا ہے ان میں بہت سے اسی گروہ میں شامل ہونے کے لائق ہیں۔

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ رسول پاک علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو میری سنت سے بے رغبتی کرے گا اس سے میرا کوئی تعلق نہیں، جب سنت کا معاملہ سامنے آجائے تو بس ختم، پھر اس پر عمل کرنا ہے یہ نہیں کہے کہ ہم عمل نہیں کرسکتے ایسا نہیں چلے گا، اور اس سلسلہ میں بھی تین آدمیوں کا ذکر ہے کہ رسول پاکؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضرت کے معاملات کیا ہے؟ آپ کا طریقہ کیا ہے، حضرت عائشہ نے بیان فرمایا کہ آپؐ سوتے بھی ہیں جاگتے بھی ہیں روزہ رکھتے ہیں کبھی چھوڑ بھی دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ تو انہوں نے اس کو ذرا کم سمجھا۔ آئے تھے یہ سمجھ کر کہ رسول اللہ ہر وقت بس نماز میں رہتے ہوں گے ہر وقت روزہ میں رہتے ہوں گے اللہ کے رسول ہیں یہی تصور آج ہم لوگوں کا بھی ہوتا جارہا ہے بزرگوں کے بارے میں کہ جو بس صبح سے شام تک نماز میں کھڑا نظر آئے اور جب جاؤ تو روزہ سے نظر آئے یا تلاوت کرتا ہی ہر وقت نظر آئے وہی ہے بزرگ، بلکہ یہ اشکال ہمیشہ سے چل رہا ہے۔ ﴿قالوا مالهذا الرسول يا كل الطعام ويمشي في الاسواق﴾ بھائی یہ رسول تو عجیب وغریب ہے کہ کھانا بھی کھاتے ہیں اور بازار میں چلتے پھرتے بھی نظر آتے ہیں یہ کیسے نبی ہوگئے؟ تو نبیوں کے بارے میں یہ خیال تھا اب وہی خیال بزرگوں کے بارے میں ہے، اگر بازار میں سودا خریدتے ہوئے نظر آجائے تو خیریت ہی نہیں ہے۔ بزرگی سب کافور ہوجائے گی ایسے ہی وہ آئے اور پوچھا رسول پاکؐ کے بارے میں تو حضرت عائشہ نے بیان کردیا اس زمانہ میں یہ تو نہیں تھا کہ بدگمانی کرتے یا کچھ اور خیال لاتے انہوں نے کہا ہاں آپ تو بخشے بخشائے ہیں اونچا مقام ہے لیکن ہم کہاں اور کہاں حضرتؐ، حضرتؐ کریں نہ کریں تب بھی اللہ کے محبوب۔ لیکن ہم جب تک کریں گے نہیں وہ مقام حاصل نہیں کرسکتے، تینوں نے یہ آپس میں طے کیا ایک نے کہا کہ شادی نہیں کریں گے۔ دوسرے نے کہا کہ ہم رات بھر نماز پڑھیں گے، تیسرے نے کہا ہم دن بھر روزہ رکھیں گے۔ آپ تشریف لائے تو آپ بہت خفا ہوئے کہ اچھا جو میں کررہا ہوں وہ اس سے بڑے بن رہے ہیں اور پھر آپ نے تاکید کی کہ جو میں کررہا ہوں وہی کرنا چاہئے۔ آپؐ نے فرمایا میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرتا ہوں، اور جو زیادہ ڈرے گا وہی زیادہ لحاظ کرے گا اس لئے رسول اللہ کو اسوہ بنایا گیا تاکہ سنت پر عمل کیا جائے اور یہی اصل دین ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں یہ اعلان کردیا گیا ﴿ومن يطع الله و رسوله فقد فاز فوزاً عظيماً﴾ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہی مکمل اور بڑی کامیابی حاصل کرسکے گا۔ ☆☆☆

(صفحہ ۸ کا بقیہ)

.....اور اپنی فدائیت ووفاداری اور جاں نثاری وجاں سپاری کا ثبوت پیش کیا ہے۔ دسیوں لوگوں نے تو آپ کی خاطر اپنی جانیں تک نچھاور کردیں، اور ہزاروں نے اس سعادت وسرخروئی کے حاصل کرنے پر آمادگی کا اظہار کیا، اس ایمانی کاروان میں وہ لوگ بھی نظر آئے جو اس سے قبل آپ کے تئیں اتنے زیادہ مخلصانہ اور سرفروشانہ جذبات نہیں رکھتے تھے، اس واقعہ نے خوابیدہ جذبات کو مہمیز لگائی ہے، اور مسلمانوں کے دلوں میں حرارت ایمانی کے اضافہ کا سبب بنا ہے، جو یقیناً لائق ستائش اور قابل قدر ہے ڈنمارک اخبار کی اس قبیح اور قابل مذمت حرکت کے خلاف کثرت سے مضامین اور مقالے بھی لکھے جارہے ہیں جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے لوگوں کی واقفیت میں اضافہ ہوا ہے اور آپ کی پاکیزہ سیرت واخلاق کے سمجھنے کا نہایت بیش قیمت موقع فراہم ہوا ہے، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے واقفیت حاصل کرنے کی خاطر سراپا شوق بنے ہوئے ہیں، اس واقعہ سے پوری دنیا کو معلوم ہوگیا ہے کہ مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنا عشق ومحبت اور کس قدر غیر معمولی عقیدت رکھتے ہیں۔ اور آپ کی خاطر کیا کچھ کرگذرنے پر آمادہ ہوسکتے ہیں، اس اخبار نے درحقیقت خود اپنے ملک اور مغربی تہذیب کی بنیادوں پر کاری ضرب لگائی ہے، اس واقعہ سے یہ ظاہر ہوگیا ہے کہ مغربی تہذیب کس قدر بے حیثیت اور کھوکھلی تہذیب ہے، اس میں عفو ودرگذر باہمی تعاون وہمدردی، الفت واحترام اور دیگر اخلاقی وانسانی قدروں کا نام ونشان نہیں، مغربی تہذیب درحقیقت دوسروں پر سب وشتم کرنے، ان کی عزت وآبرو اور مقدسات کو پامال کرنے والی ایک غیر انسانی تہذیب ہے، اور یہ بھی دنیا نے جان لیا ہے کہ یوروپ کے یہ ارباب حریت کس قدر غیر مہذب، رجعت پسند اور تنگ نظر ہیں۔

(ترجمہ: محمد خالد باندوی)

عالم اسلام

دوسری قسط

سُپر پاور کون؟ امریکہ یا القاعدہ

از..... ابوالمعظم ندوی

بش کے تاریخ ساز عہد میں امریکی حکام اسلام دشمنی میں اتنے اندھے ہوگئے کہ انھوں نے یہ بھی نہیں سوچا کہ ورلڈ ٹریڈ سنٹر پر حملے سے اپنی ہی ناک کٹے گی خواہ اس پر کتنا ہی پردہ ڈالنے کی کوشش کی جائے، مادی اور معنوی خسارے ناقابل بیان ہوں گے، اس ڈرامے کو بہانہ بنا کر افغانستان اور عراق کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی لیکن جس تلخ حقیقت سے آنکھیں بند کرنا ممکن نہیں وہ یہ ہے کہ فوری طور پر امریکہ کی ساکھ (سپر پاور حیثیت) کو پوری دنیا میں غیر معمولی نقصان پہونچا، امریکہ کی جو ہیبت دل ودماغ پر بیٹھی ہوئی تھی وہ اٹھ گئی، اس کی خفیہ تنظیموں .C.I.A اور .F.B.I کی افسانوی شہرت بھی خاک میں مل گئی، تیسری طرف اعلیٰ ٹکنالوجی کے شہنشاہ کا تاج بھی گر گیا، بیرونی دنیا کے علاوہ خود امریکیوں کا اعتماد اپنی حکومت پر سے متزلزل ہوگیا، انتھراکس، اسامہ بن لادن، القاعدہ اور ابومصعب زرقاوی کا اتنا غیر معمولی پروپیگنڈہ کیا گیا کہ فرضی دشمن امریکیوں کے حقیقی دشمن بن گئے، خوف کی نفسیات نے امریکیوں کی راتوں کی نیند اور چین وسکون کو اڑا دیا، جراثیمی ہتھیار کا اتنا پروپیگنڈہ کیا گیا کہ امریکی ہر وقت اپنے بچاؤ کے لئے حفاظتی اشیاء کی تلاش میں سرگرداں رہنے لگے، .C.I.A اور .F.B.I کی صلاحیتیں اور سرمایہ کو بڑی بے دردی سے القاعدہ کے خلاف صرف کیا جانے لگا، اس کا جنون اتنا بڑھا کہ پانچ سال کے اندر اسی ہزار مسلمانوں کو بلیک لسٹ کردیا گیا یورپی فضائی کمپنیوں کا بیان ہے کہ ۱۱ر ستمبر سے پہلے ایسے گیارہ آدمی بلیک لسٹ تھے، لیکن ۱۱ر ستمبر کے بعد امریکی حکومت نے یہ تعداد بڑھا کر اسی ہزار کردی فضائی مرکزوں کو ہدایت کردی گئی کہ اگر ان میں سے کوئی بھی امریکہ جانے لگے تو اسکی پوری چھان بین کی جائے اور امریکی ذمہ داروں کو اس کی فوری اطلاع دی جائے۔

پنٹاگن میں خلیجی جنگ کے بعد ہی سے ایسا شعبہ قائم کردیا گیا جس کا کام ہی خبریں گڑھنا اور تمام دنیا میں موجود امریکی ایجنٹوں سے ان کی تائید میں مضامین لکھوانا ہے، امریکی صحافیوں اور نیوز چینل کے ایڈیٹروں کے لئے ڈالر کے دریا بہادیئے گئے، ۱۱ر ستمبر کے بعد سے ہر روز تین ملین ڈالر صرف مشرق وسطی کی خبروں پر صرف کئے جارہے ہیں تاکہ امریکی تصویر بگڑنے نہ پائے، پھر بھی صدر بش کو شکوہ ہے کہ امریکہ کے امیج کو جس چیز نے بگاڑا ہے وہ پروپیگنڈہ ہے جو دوسرے ممالک کا میڈیا کررہا ہے، خصوصیت سے عرب ممالک کے ریڈیو، ٹی وی کو نشانہ بناتے ہوئے بش صاحب یہ رونا روتے ہیں کہ ”جب آپ ان میں سے کچھ ٹی وی اسٹیشن دیکھ رہے ہوتے ہیں تو آپ کے سامنے امریکہ نہیں آتا، عرب ٹی وی ہمارے ملک کے ساتھ انصاف نہیں کرتے، بعض اوقات وہ ایسا پروپیگنڈہ کرتے ہیں جو کسی بھی طرح درست نہیں ہوتا، یہ انصاف کی بات نہیں ہے، اور یہ لوگوں کو ہم جو کچھ ہیں اس کا صحیح تاثر نہیں دیتا، اس خطاب میں انگریزی کے علاوہ دنیا کی دوسری زبانوں خصوصیت کے ساتھ مسلم ممالک کی زبانوں (عربی، فارسی اور اردو) میں بھی امریکی پروپیگنڈہ کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے اور ان کروڑوں ڈالر پر مستزاد جو اس وقت پبلک ڈپلومیسی کے نام پر خرچ کئے جارہے ہیں مزید ۱۴ ملین ڈالر کا ایک نیا منصوبہ بروئے کار لانے کا اعلان کیا گیا ہے۔ امریکی نامہ نگار ولیم فشر نے امریکہ کے دوغلے کردار اور اصل تضاد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اگرچہ نرم الفاظ استعمال کئے ہیں لیکن امریکی نفاق پر سے پردہ اٹھا دیا ہے، وہ لکھتا ہے کہ عراق اور شرق اوسط میں رائے عامہ کے مختلف جائزوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ لوگ امریکی محرکات اور حکمت عملی کے بارے میں شبہے میں مبتلا ہیں کیونکہ امریکہ جو کچھ کہتا ہے اور جو کچھ کرتا ہے اس میں تضاد پایا جاتا ہے (عرب نیوز)

ایک امریکی پروفیسر (کیلیفورنیا یونیورسٹی) نے امریکہ کے خاص امیج بنانے پر کروڑوں ڈالر خرچ کرنے پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہی لوگ جو آزادیٔ صحافت کو فروغ دینے کے لئے پروگرام ترتیب دیتے ہیں، وہی تعلقات عامہ کی فرموں، شور مچانے والے لوگوں اور خریدے ہوئے صحافیوں سے وابستہ تھنک ٹینکوں کو آزاد میڈیا کے طور پر رقوم فراہم کرنے کا دفاع کرتے ہیں، ساری بات تعلقات عامہ اور میڈیا کو کنٹرول کرنے کی ہے، اس پر گوئیلز بھی فخر کرے گا۔

کروڑوں ڈالر خرچ کرنے کے باوجود صورت حال یہ ہے کہ امریکی عوام اپنے ملک کے سرکاری پروپیگنڈے سے تنگ آچکے ہیں، مشہور تجزیہ نگار مائیکل میسنگ نے اپنے ایک تحقیقی سروے میں بتایا ہے کہ امریکی اخبارات اور ریڈیو چینلوں کی حالت ابتر ہے، اخبارات کے مالکان اپنا عملہ کم کررہے ہیں، چالیس سال سے کم عمر کے لوگوں کو نیوز میڈیا سے کوئی دلچسپی نہیں، اکثر کا خیال ہے کہ امریکی میڈیا دیانت دار اور آزاد نہیں ہے (نیویارک ریویو)

۱۱ر ستمبر کے ڈرامے کے صرف نو دن کے بعد بش اور ڈک چینی دونوں نے ارشاد فرمادیا تھا کہ ”یہ ایک نئی طرح کی جنگ اس سے بہت مختلف جو ہم جنگ کے نام سے جانتے ہیں“ اس جنگ میں ہمیں سایوں سے لڑنا ہے“۔

بش اور ڈک چینی نے امریکی عوام کو جس تصور جنگ سے آشنا کرایا تھا اس میں القاعدہ، اسامہ بن لادن، اور ابوالمصعب زرقاوی جیسے کردار ہیں، پنٹاگن اور اس کے ماتحت کام کرنے والے میڈیا نے جس طرح پوری دنیا میں عام طور سے اور امریکہ میں خاص طور سے کروڑوں ڈالر ان تینوں کے پروپیگنڈے پر خرچ کرڈالے اس نے امریکی دانشوروں کو بھی عاجز کردیا، آخر کار متعدد صحافیوں اور فلم سازوں نے طنز وتحقیر کے انداز میں کتابیں لکھیں اور فلموں کے سیریز بنا ڈالے، اس کا موضوع تھا ”دہشت گردوں کے بارے میں سچائی کی تلاش“

امریکی صحافی جوناتھن رابن لکھتا ہے: اس وقت جس صورت حال سے ہم دوچار ہیں وہ ایک ایسی دنیا ہے جس میں سب کچھ دھندلا ہے، اب الفاظ کے وہ معنی نہیں رہے جو ستمبر ۲۰۰۱ء سے پہلے تھے، اب یہ سوچنا پڑتا ہے کہ اپنے پڑوسی کو ہم ایک ہم وطن سمجھیں یا خفیہ پولس کا سپاہی، عام زندگی اور گفتگو نے ایسا رخ اختیار کرلیا ہے کہ اس نے جنگ کا چہرہ اختیار کرلیا ہے اور جنگ امن کی طرح ہوگئی ہے، اب یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ حالت امن ہے یا حالت جنگ۔ جوناتھن سوال کرتا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کا کیا مطلب ہے، دہشت گردی حملہ کا ایک ذریعہ ہے کوئی شئے یا دشمن نہیں، اس کے خلاف جنگ کا مطلب ٹینکوں یا تیر کمانوں سے جنگ کا ہے، یہ صرف ایک سیاسی اختلاف بھی ہوسکتا ہے۔

امریکی میڈیا نے پنٹاگن کے دیئے ہوئے نظریے کے مطابق القاعدہ اور اسامہ بن لادن کا جو تصور پیش کیا ہے اس پر طنز کرتے ہوئے جوناتھن لکھتا ہے:

”القاعدہ کا نام جب بھی لیا جاتا ہے ہر دفعہ اس کے معنی مختلف ہوتے ہیں، کبھی یہ دنیا بھر میں پھیلے ہوئے مسلم جنگ جوگروپوں کا ادارہ ہوتا ہے، کبھی یہ بین الاقوامی کارپوریشن نظر آتی ہے جس کے مکڑی جالے کی طرح خفیہ سیل دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ہیں، جن کو پاکستان یا افغانستان سے کسی مرکز سے کنٹرول کیا جاتا ہے، کبھی ایک اسٹور یا بنک ہوتا ہے جو اسامہ بن لادن کی ملکیت ہے اور وہ اسے چلا رہا ہے، یہ دھندلا پن اس سیاسی وصحافیانہ رویے سے مزید دھندلا ہوجاتا ہے کہ محض اندازے سے لوگوں کو تنظیم کے ساتھ جوڑ دیا جاتا ہے، دہشت گردی کے شبہے میں جس کسی کو بھی پیٹریاٹ ایکٹ کے تحت عارضی طور پر نظر بند کیا جائے اس کا تعلق القاعدہ سے جوڑ دیا جاتا ہے، حالانکہ بعد میں یہ تعلق بے بنیاد ثابت ہوتا ہے، عام طور سے امریکی ذمہ داروں نے یہ تاثر دیا ہے کہ القاعدہ کے ممبران دنیا میں ہر جگہ بڑی تعداد میں موجود ہیں ان کے پاس ایٹمی اور جراثیمی ہتھیار ہیں وہ جہاں اور جس وقت چاہیں حملہ کرسکتے ہیں، صحافی لکھتا ہے کہ گوانتانامو میں جتنے لوگوں کو پکڑ کر لے جایا گیا ان سب پر القاعدہ کے ساتھ تعاون کا الزام لگایا گیا، پھر ٹارچر کے بعد ان کی ایک تعداد کو چھوڑ دیا گیا۔

پنٹاگن اور سی.آئی.اے نے باہمی تعاون سے القاعدہ اور اسامہ بن لادن کے بارے میں جو تصورات قائم کئے تھے ان ہی کو نائن الیون تحقیقاتی کمیشن نے بیان کردیا ہے، خاص طور سے رچرڈ اے کلارک نے معمولی باتوں کو بھی بھیانک انداز میں پیش کیا ہے، اس رپورٹ کے مصنفین یہ تسلیم کرتے ہیں کہ اسامہ بن لادن ایک مخبوط الحواس شخص ہے۔

ایک دوسرے صحافی اور مصنف شیور نے IMPERIAL HUBRIS نامی کتاب میں تو امریکی حکومت اور سی.آئی.اے کے ذمہ داروں کا خوب مذاق اڑایا ہے، بن لادن کے خلاف شیور کا معاملہ ہیرو ورشپ کا ہے، وہ اس کی ذہانت، خوش بیانی، سمجھ داری، دینی خلوص، تکنیکی مہارت اور اس کے دفاعی جہاد کی معقولیت کی خوب خوب تعریفیں کرتا ہے، شیور کہتا ہے کہ اسامہ بن لادن واقعی ایک غیر معمولی آدمی ہے، ایک عظیم آدمی وہ ہوتا ہے جو تاریخ کو تبدیل کردے اور یقیناً پچھلے پانچ سال میں امریکہ میں ڈرامائی تبدیلی آئی ہے، ہمارے طور طریقوں میں، ہمارے سفر کے طریقوں میں، یقیناً مال ودولت کے لحاظ سے وہ ہمارا خون نچوڑ کر ہمیں موت تک پہونچا رہا ہے، بجٹ خسارے کو دیکھیں جو زیادہ تر بن لادن کے خلاف استعمال ہورہا ہے، وہ ہمارا بہت بڑا دشمن ہے، ایک قابل تعریف آدمی، ہمارے ساتھ ہوتا وہائٹ ہاؤس میں ڈنر کھا رہا ہوتا تو اگر ہم نے آدمی کو نہ پہچانا اور اس کے الفاظ کی طاقت کو نہ جانا تو بالآخر ہم خسارے میں رہیں گے۔

شیور نے القاعدہ کا جو تصور پیش کیا ہے وہ زیادہ خطرناک ہے اس لئے کہ وہ سوچ سمجھ کر اقدام کرنے والا دشمن ہے، وہ ان مقاصد کے لئے متحرک ہے جو اس کو ایسے ہی عزیز ہیں، جیسے وہ امریکیوں کو متحرک رکھتے ہیں، انہیں عزیز ہیں..... وہ اچھی طرح مسلح ہیں، اس جنگ کی حکمت عملی کو امریکہ سے بہتر سمجھتے ہیں، اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ ہم امریکیوں کو اس کے حجم، اس کی تنظیمی ہیئت اور اس کے منصوبوں کا کوئی حقیقت پسندانہ علم نہیں ہے، ہمیں اب بھی نہیں معلوم کہ القاعدہ کتنی بڑی ہے، آج بھی ہم یہ نہیں جانتے کہ اس کی کمانڈ میں کس کو کیا مقام حاصل ہے، آخر میں لکھتا ہے کہ القاعدہ ایک واہمہ ہے، ایک سراب ہے جسے واشنگٹن کے قدامت پسندوں (حکمرانوں) اور پنٹاگن کے جادوگروں نے تخلیق کیا ہے اور ایک قابل اعتبار پریس نے اس کو خاصا ہولناک بنادیا ہے، اس کتاب کے مندرجات کو سامنے رکھ کر برطانیہ کے ایک فلمساز ایڈمرکرٹس نے بی بی سی پر ایک ایک گھنٹے کے تین پروگراموں کی سیریز میں پیش کیا ہے اس کا نام ہے ڈراؤنے خوابوں کی طاقت.....

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

چشم کشا

توبہ، انابت اور دعا

انسانی تہذیب وتمدن پر اسلام کا احسان

از ..... محمود حسن حسنی ندوی

قرآن کریم کا واضح اور صاف اعلان ہے۔

﴿ألا تزر وازرة وزر أخرى، وأن ليس للانسان الا ماسعى، وأن سعيه سوف يرى، ثم يجزاه الجزاء الأوفى﴾ (النجم ۳۸۔۴۰)

کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا اور انسان کو صرف اپنی ہی کمائی ملے گی اور یہ کہ انسان کی سعی بہت جلد دیکھ لی جائے گی پھر اسے پورا پورا بدلہ دیا جائیگا۔

اس واضح اور دوٹوک اعلان نے انسان کو عزم وحوصلہ بخشا، اس کے اندر قوت وجرأت پیدا کی، ذوق وشوق سے اپنی نیا کو پار لگانے کا جذبہ عطا کیا، اس کے اندر خود اعتمادی بحال کی، یہ یقین حاصل ہوا کہ اسے اپنے کئے دھرے کا بدلہ خود ملنا ہے، یہ انسانی فطرت ہے کہ وہ اپنے کام پر انعام خود چاہتا ہے۔ بھلے وہ دوسرے کو اس میں شریک کرلے۔ اس کے لئے اس سے بڑی خوشخبری کیا ہوسکتی تھی کہ اس کی کوشش رائیگاں نہیں جائے گی، اس سے اس کو روکنے کے لئے یہ بات کافی تھی کہ اپنے کرتوت کو اسے خود بھگتنا ہوگا، نہ کوئی اس کے لئے کفارہ بنے گا جیسے کہ محرف شدہ عیسائیت نے اعلان کیا کہ انسان پیدائشی وفطری گناہگار اور حضرت مسیح اس کے گناہوں کا کفارہ ہیں، اور اسی طرح نہ کوئی انسان اور جانور کے پچھلے کرتوتوں کو لے کر بدہیئت اور مبتلائے عذاب ہو کر دنیا میں ظاہر ہوگا جیسا کہ ہندوستان کے قدیم مذاہب کا آواگون (تناسخ) کا عقیدہ وفلسفہ تھا جس کی رو سے انسان کو اپنی سزا بھگتنا ہی بھگتنا تھا، ان کے فکر وعقیدے کے مطابق اس کا اگلا جنم درندے، چرندے، یہاں تک کہ کتا بلی سور وغیرہ اور بھوت پریت یا بدہیئت انسان یا مصیبت زدہ شخص کی شکل میں ہوتا ہے اور اچھے اعمال کی صورت میں اس کا اگلا جنم اچھی حیثیت سے ہوتا ہے۔ اسلام کے اس واضح اعلان نے کہ انسان کو اپنی کوششوں کا بدلہ خود ملتا ہے۔ اپنے کئے دھرے کا انجام خود دیکھتا ہے جیسے کہ ایک دوسری جگہ واضح الفاظ میں یہ بتادیا گیا ہے۔

﴿فمن يعمل مثقال ذرة خيراً يره، ومن يعمل مثقال ذرة شراً يره﴾ (الزلزال)

سو جو کوئی ذرہ بھر بھی نیکی کرے گا اسے دیکھ لے گا، اور جس نے ذرہ بھر بھی بدی کی ہوگی اسے بھی دیکھ لے گا۔

پیغمبر انسانیت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی واضح کردیا کہ گناہ، خطا، لغزش، تقصیر کوتاہی انسان کا خاصہ ہے۔ شیطان کے بہکانے سے اس کے نفس میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے، لیکن جو اس بگاڑ کو بگاڑ، غلطی کو غلطی سمجھ کر اپنے پیدا کرنے والے، پوری دنیا کا نظام چلانے والے اپنے مالک حقیقی، ایک معبود برحق کا خیال کرکے کہ اس کے یہاں جواب دہ ہونا ہے، مرنے کے بعد وہ ایک ایک چیز کے بارے میں پوچھے گا، اور وہ ہر ایک سے اس کے بارے میں پوچھے گا، گڑگڑائے، روئے، نادم وشرمندہ ہو اور یہ تہیہ کرے کہ یہ غلطی وہ اب نہیں دہرائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی غلطی کو معاف کردیتا ہے، چاہے وہ جتنی بڑی غلطی ہو، البتہ غلطی کا تعلق دوسرے انسان سے بھی ہوتا ہے، جیسے کسی کی ناحق جان لینے میں وہ شریک رہا، اور کسی کی زمین جائداد ہڑپ کی یا کوئی الزام لگا کر کسی کو ذلیل کرنے کا کام کیا، یا اس میں شریک رہا، یا ماں باپ کی حق تلفی کی یا پڑوسی کو تکلیف دی، خواہ پڑوسی کا تعلق کسی مذہب، کسی نسل، کسی برادری سے ہو اسے ایسے کسی معاملہ میں ان سے جن سے اس کا معاملہ جڑا ہوا تھا معاملہ صاف کرنا پڑے گا، تب اس کی ندامت اللہ کے یہاں قبول کی جائے گی، اسی ندامت کا نام توبہ ہے، جو اللہ کو اتنا پسند ہے کہ وہ اس کے بعد بندہ کو ایسا پاک وصاف کردیتا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ اور لغزش کی ہی نہیں ایک حدیث میں صاف الفاظ میں ہے۔

"التائب من الذنب كمن لا ذنب له"

گناہ سے توبہ کرنے والا بے گناہ کی طرح ہے۔

اور ایک حدیث میں ہے۔

"كلكم خطاؤن وخير الخطائين التوابون"۔

تم سب خطا کار ہو تم میں سے بہتر خطا کار توبہ کرنے والے لوگ ہیں۔

چونکہ انسان سے خطا اور غلطی ہو ہی جاتی ہے، شیطان اس کو گڑھے میں گرانے کے لئے ہر وقت مستعد اور چوکنا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دن میں پانچ اوقات میں نماز کا نظام بنا کر توبہ اور ندامت کا ایک پورا یومیہ لائحہ عمل دے دیا کہ نماز میں آدمی اپنی

عاجزی، بے بسی، درماندگی، ندامت، انابت ورجوع اور استعانت اور طلب ہدایت ومغفرت اور بندگی کا ثبوت فراہم کرتا ہے جو اس نظام کے بغیر کرنا چاہے تو وہ نہ کرسکے گا۔ اللہ تعالیٰ نے توبہ کے عمل کو اتنا آسان کرکے عام بھی کردیا، اسی طرح نماز کی صحیح طور پر ادائیگی گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور انسان پاک صاف ہو کر رات بسر کرتا ہے۔

ایک حدیث میں نماز کے اس وصف کو یوں بیان کیا گیا ہے۔

"عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: أرأيتم لو أنّ نهرا بباب أحدكم يغتسل منه كل يوم خمس مرات، هل يبقى من درنه شيئ؟ "قالوا: لايبقى من درنه شيئ، قال: فذلك مثل الصلوات الخمس، يمحو الله بهن الخطايا" (۱)

اور اسی طرح ایک دوسری سراپا دعا وتوبہ عبادت بیت اللہ شریف (کعبہ مشرفہ) کے حج کی رکھی، حج ایک ایسی عبادت ہے جس میں آدمی کو اپنے رب معبود برحق اللہ عزوجل کا خیال کرکے رونے وگڑگڑانے، دعاء وابتہال، بخشش ومعافی کی طلب کا خوب موقع ملتا ہے، ایک مقام پر ایک ارادہ سے دنیا کے مختلف گوشوں اور علاقوں سے جوق در جوق لوگ اپنا مال خرچ کرکے ایک کیفیت کے ساتھ جمع ہوتے ہیں، کچھ جگہ کے انوارات اور کچھ ماحول کا اثر دعا، انابت اور عبادت کی اس کیفیت سے آراستہ کردیتا ہے جو اس کو ایک در پر حاضر ہوجانے کے بعد دوسرے در پر جانے اور دوسروں کے آگے سر جھکانے اور ٹھوکر کھانے سے بے نیاز کردیتی ہے، اسی لئے حج سے واپس آنے کے بعد آدمی اپنی پارسائی کے اس بلند مقام پر فائز ہوجاتا ہے جس مقام پر وہ اپنی ماں کے پیٹ سے زمین پر آنے کے وقت تھا، الا یہ کہ وہ ایسا بدقسمت ہو کہ حج کے دنوں میں بیت اللہ شریف میں پہونچ کر اور منیٰ وعرفات میں حاضری دے کر بھی وہ گناہوں سے نہ بچ سکا ہو، حج کے مناسک کے صحیح طور پر اداء کرنے والے شخص کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:۔

"من حج (لله) فلم يرفث ولم يفسق، رجع كيوم ولدته أمه"

صرف یہی نہیں کہ توبہ اور انابت سے گناہ معاف کردیا جاتا ہے، بلکہ توبہ اور انابت کو وہ بندگی اور اعلیٰ درجہ کی عبادت قرار دیا گیا جس سے توبہ کرنے والا درجات عالیہ اور منازل رفیعہ پر فائز ہوتا ہے، اور قرآن مجید میں اس کے ایک شاندار مستقبل کی بھی پیشین گوئی کردی گئی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿يهدى اليه من ينيب﴾ (کہ جو اس کی طرف رجوع وانابت کرتا ہے تو اس کو وہ راہ راست پر ڈالدیتا ہے (ماضی کا بھی صیغہ استعمال کیا گیا ہے ہے ﴿يهدى اليه من أناب﴾ سورۂ توبہ کی ایک آیت میں توبہ کرنے والوں کا ذکر بڑی برگزیدہ جماعت کے ساتھ کیا گیا ہے اور صرف ذکر ہی نہیں کیا گیا بلکہ برگزیدہ افراد کی مختلف جماعتوں وطبقات کا ذکر کرتے ہوئے اس نورانی فہرست کی ابتداء توبہ کرنے والی جماعت سے کی گئی ہے، وہ آیت کریمہ یہ ہے:

﴿التائبون العبدون الحمدون السآئحون الراكعون السجدون الآمرون بالمعروف والناهون عن المنكر والحفظون لحدود الله، وبشر المؤمنين﴾ (توبہ ۱۱۲)

توبہ کی قبولیت اور توبہ کرنے والوں کی عند اللہ مقبولیت اور دنیوی نظام پر مرتب ہونے والے توبہ کے حیرت انگیز اثرات کی ایک اعلیٰ مثال حضرت یونس علیہ السلام کی قوم کی بھی ہے، کہ جب حضرت یونس علیہ السلام نے دعوت وتبلیغ، اصلاح معاشرہ اور ازالہ منکرات کے کام میں یہ محسوس کیا کہ انہوں نے حجت تمام کردی ہے، اور یہ قوم ماننے والی نہیں، ایسی صورت میں عذاب کے سوا کوئی راستہ نہیں رہ جاتا۔ اس لئے یہ جگہ چھوڑ دینا ہی مناسب ہے، جیسا کہ انبیاء اور ان کی قوموں کے ساتھ ہوتا آیا ہے، قوم کے نبی کی بات نہ ماننے کے نتیجہ میں جب جب عذاب کی خبر دی گئی تو پہلے نبی کو وہاں سے ہٹنے کو کہا گیا، چنانچہ حضرت یونس علیہ السلام نے اسی خطرہ کے پیش نظر جگہ چھوڑنے کا فیصلہ کرلیا، اور وہ روانہ بھی ہوگئے، مگر عذاب ٹل گیا اس لئے کہ اس کے بعد حضرت یونس علیہ السلام کی قوم نے ایسی توبہ کی اور وہ ندامت وانابت پیش کی کہ اللہ تعالیٰ کو رحم آیا، اور قوم کو ہدایت مل گئی، ساتھ میں حضرت یونس کو بھی تنبیہ ہوئی کہ انھیں اتنی جلدی نہیں کرنی چاہئے تھی۔ حضرت یونس علیہ السلام کو بھی اس کا احساس ہوا مگر اب وہ نکل چکے تھے، قرآن حکیم نے قوم یونس کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ: ﴿لما آمنوا كشفنا عنهم عذاب الخزي في الحيوة الدنيا ومتعنهم الى حين﴾ (سورہ یونس ۹۸)

ترجمہ: کہ جب وہ لوگ ایمان لے آئے ہم نے ان پر سے رسوائی کے عذاب کو دنیاوی زندگی میں دور کردیا اور ان کو ایک وقت خاص تک خوش عیشی دے دی۔

چونکہ وہ نبی تھے اس لئے ان کی اس جلد بازی پر بھی گرفت ہوئی، اور ان کو دریا میں مچھلی کے پیٹ میں ایک عرصہ گزارنا پڑا، وہاں ان کی انابت اللہ کو اتنی پسند آئی کہ ان کو بطن حوت میں زندگی کی ساری

سہولیات فراہم کردیں، اور پھر اللہ نے مچھلی کو حکم دیا کہ انھیں ساحل دریا پر چھوڑ آئے، وہ عافیت وسلامتی کے ساتھ بطن حوت سے نکل کر اپنی قوم کے پاس پہونچے، اور اس موقع کی ان کی انابت کے الفاظ کو اللہ نے وہ قبولیت بخشی کہ تا قیامت اس میں وہ تاثیر پیدا کردی کہ دنیا کے کرب وہول اور آخرت کے کرب وہول دونوں سے نجات کے لئے انابت کے یہ الفاظ بڑے کارگر ہوگئے، وہ الفاظ تھے:

﴿لآ الہ الا أنت سبحانك انی کنت من الظالمین﴾

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ توبہ کے واقعات اور انابت کی کیفیات کا ظہور امم واقوام کی تاریخ میں انفرادی واجتماعی طور پر ہوتا رہا ہے، اور یہی وہ چیز ہے جو اللہ کی رحمت کو متوجہ کرتی رہی، جس کی وجہ سے دنیا کا نظام قائم ودائم ہے، توبہ کا عمل اللہ کو اس قدر پسند ہے کہ بڑے بڑے اعمال وافعال پر جو بدلہ وانعام ملتا ہے وہ ایک توبہ اور ایک کیفیت انابت پر ہی حاصل ہوجایا کرتا ہے، شرک وکفر ایسے سنگین جرائم اور گناہ ہیں کہ اللہ نے ان کے متعلق صاف فرمادیا کہ اسے اللہ معاف نہیں کرے گا چاہے کسی گناہ کو بھی معاف کردے ارشاد ہے ﴿ان اللہ لایغفر أن یشرك به ویغفر ما دون ذلك لمن یشاء﴾ (سورہ نساء آیت ۴۸)

پھر بھی اگر مشرک وکافر شرک وکفر سے توبہ کرتا ہے، اور اللہ کی وحدانیت وکبریائی کا اقرار کرتا ہے اور توحید کو اختیار کرتا ہے، اور سچے دل سے لآالہ الا اللہ کہتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اس کے لئے اس کے رب کی عطا کردہ تعلیمات ہیں۔ اور وہی اللہ زندگی بخشنے والا ہے اور موت دینے والا ہے، اور مرنے پر پھر اٹھ کر اسی کے پاس لوٹنا ہے، اور کارخانہ کائنات اسی کا بنایا ہوا ہے اور اس کا پورا نظام اس کی ہی مرضی اور مشیت سے چل رہا ہے، کوئی اس کا اس میں شریک وسہیم اور مشیر نہیں، وہ خالق ہے اور سب مخلوق، سب کچھ اسی ایک اللہ رب العالمین کے اختیار واوزبس میں ہے کسی اور کو اختیار اور بس حاصل نہیں، یہ اقرار واعتراف ایک لمحہ انسان کو ان بلندیوں پر پہونچا دیتا ہے کہ ملائکہ بھی رشک کرنے لگتے ہیں، یہی انسان جس کو کفر اور شرک کی گندگی نے آلودہ کر رکھا تھا، گندگی بھی اس گندگی کی طرح نہ تھی جو جسم پر لگ جاتی ہے اور پانی سے یا مٹی وغیرہ سے اس کو صاف کرلیا جاتا ہے، یہ گندگی دل اور دماغ کی گندگی تھی، جس نے پورے جسم کو آلودہ کر رکھا تھا، یہ اوپر سے پھیلنے کے بجائے اندر سے اعضاء جسمانی میں سرایت کئے ہوئے تھی، اس کی صفائی توحید وایمان سے ہی ممکن تھی، اللہ نے یہ تاثیر توبہ اور انابت میں رکھی کہ اس کے نتیجہ میں توحید وایمان ملا، وہ ایسا صاف ستھرا ہوجاتا ہے کہ اس کے پچھلے سب کرتوت معاصی اور اور فسوق بھی دھل جاتے ہیں، اور اس کے اس انقلابی اقرار سے اس کی نئی زندگی کا آغاز ہوتا ہے، ﴿انما المشرکون نجس﴾ کہ بیشک مشرکین پلید ہیں، اگر کہا گیا ہے، تو یہ کسی نسل، قوم، ملک یا لسانی تعصب کی وجہ سے نہیں، صرف شرک کی اس گندگی کی وجہ سے جس کا چشمہ دل ہوتا ہے، اور وہ اس سے جسم کے ہر حصہ کو پہونچتی رہتی ہے، اگر وہ اس سے توبہ کرکے اور اللہ کی انابت کرکے اس گندگی کو دور کرلیتا تو وہ چونکہ بذات خود پلید نہیں تھا، اس لئے اب نہ صرف یہ ممانعت کافور ہوجاتی ہے بلکہ اسے عزت واحترام کے ساتھ وہاں داخلہ ملتا ہے، اور وہ اپنے مالک سے قریب اور اس کا محبوب ہوجاتا ہے، توبہ کا یہ درجہ اور مقام ہے جو اللہ نے انسانیت کو عطا کیا، پیغمبر انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اور کھول کر بیان کیا، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طے فرمادیا کہ گناہ اور لغزش وخطا انسانی زندگی کا ایک عارضی وعبوری وقفہ ہوتا ہے، جن میں انسان اپنی نادانی وسادگی، کوتاہ نظری، اور بعض اوقات نفس وشیطان کے بہکانے سے مبتلا ہوجاتا ہے، اور خیر وصلاح، گناہوں کا اعتراف واقرار اور ان پر ندامت اس کی اصل فطرت اور جوہر انسانیت ہے، اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع اور خشوع وخضوع اور گناہوں کے عدم ارتکاب کا عزم محکم انسان کی شرافت ونجابت کی دلیل اور حضرت آدم علیہ السلام کی میراث ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مسلمان گناہگاروں کے سامنے (جو معصیت کے دلدل میں گلے گلے دھنسے اور ڈوبے ہوئے ہیں) توبہ کا وسیع دروازہ کھول دیا، اور لوگوں کو اس کی طرف کھلے عام بلایا، اور توبہ کی فضیلت اتنی تفصیل سے بتائی کہ اس کے پیش نظر یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپؐ نے دین کے اس رُکن عظیم کو پھر سے زندہ واستوار کیا، اور اسی لئے آپ کے دوسرے اسمائے گرامی کے ساتھ آپ کا ایک اسم شریف ''نبی توبہ'' بھی ہے، آپ نے توبہ کو ایک اضطراری وسیلہ ہی نہیں بتایا جس کے ذریعہ انسان تلافی مافات کرلیتا ہے، بلکہ آپ نے توبہ کا مقام اتنا اونچا کیا کہ وہ افضل ترین عبادت اور تھوڑے سے وقت میں قرب وولایت کے انتہائی درجات تک پہنچنے کا آسان راستہ بنادیا جس پر بڑے بڑے عابدوں، زاہدوں اور ان پاکیزہ نفوس کو بھی جو گناہوں سے محفوظ رہے ہیں، رشک آتا ہے''(۱)

توبہ وانابت کے ساتھ ایک دوسری چیز دعا ہے،

یہ بھی انسانیت کے لئے ایک بڑا عطیۂ خداوندی اور انعام ربانی ہے۔ اس میں انسان کو مساوات کا عظیم سبق ملتا ہے، انسان کو اپنے خالق ومالک، الہ واحد، احکم الحاکمین سے قرب کا احساس پیدا ہوتا ہے، اسے اپنے رب سے مناجات وہمکلامی کا شرف حاصل ہوتا ہے، اس کے لئے نہ کوئی وقت کی قید ہے، اور نہ کسی خاص جگہ کا تعین، اس سے ہٹ کر کہ وقت اور جگہ اپنا اثر اس طور پر دکھایا بھی کرتے ہیں کہ اللہ کو صاف ستھری جگہ پسند ہے، تو جو جگہ جتنی صاف ستھری ہے، اللہ نے اس کو دوسری جگہوں پر فوقیت دے دی، جیسے بیت اللہ شریف (کعبہ مشرفہ) اور اس کے قریب کی جگہیں وغیرہ، اور بعض اوقات جس کو اللہ نے دوسرے اوقات پر فضیلت دی، جیسے شب قدر، جمعہ کی خاص ساعت، رات کا آخری حصہ وغیرہ، لیکن اس میں بھی جو اثر کیفیت اور یقین وتوکل اور تعلق مع اللہ دکھاتا ہے، وہ اثر سب پر بھاری پڑتا ہے، اللہ کو یہ پسند ہے کہ اس سے زیادہ سے زیادہ مانگا جائے، اور یہ سمجھ کر مانگا جائے کہ وہ سب کچھ جاننے والا ہے جو اس کے دل ودماغ میں ہے، اور وہ سب سننے والا ہے جو اس کی زبان پر ہے، وہ قریب ہے، مانگنے والے کو دیتا ہے، دیتے وقت وہ مانگنے والے کی مصلحت اور فائدہ کو دیکھتا ہے، کبھی وہ وہی کچھ دے دیتا ہے جو اس نے مانگا، اور کبھی وہ اس کے عوض کوئی تکلیف وپریشانی کو دور کردیتا ہے جو اس کے علم میں نہیں آیا تھا، اور کچھ چیزیں وہاں دے گا جب مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا، اور اس وقت اسے یہ تمنا ہوگی کہ اس کی ساری مانگیں آج کے ہی دن پوری کی جائیں، اسی طرح اللہ کو یہ پسند ہے کہ ہر چیز اسی سے مانگی جائے، اور ہر ضرورت اسی کے سامنے رکھی جائے، اور اس کو یہ پسند ہے کہ اس سے بلا استحقاق مانگا جائے، بڑی سے بڑی چیز مانگی جائے، مگر ایسی چیز مانگنا پسند نہیں جس میں دوسرے انسان کا نقصان ہو اور اپنی ذات کا فا[illegible] ہے جسے حرام کیا گیا، کہ [illegible] ہو وہ اس سے چلا جائے اور [illegible] کو یہ پسند ہے کہ آدمی جو خیر اپنے لئے مانگ رہا ہے اس میں دوسرے کو بھی شریک کرے، اور اس پر تو وہ بہت خوش ہوتا ہے کہ وہ خیر دوسرے کے لئے پہلے مانگ لے، تو مانگنے والے کی یہ مانگ اس کے لئے جلدی پوری ہوتی ہے، اپنے لئے اور اپنے ساتھ دوسروں کے لئے ہدایت کی دعا اس کی پسندیدہ دعا ہے، اور ایسی دعا جس کی نہ صرف تعلیم دی گئی، بلکہ اس سورہ میں اس کو اتار کر جس سورہ کو کم از کم پنج وقتہ نمازوں میں ہر رکعت میں پڑھا جانا تھا اس دعا کا پابند کردیا، آدمی سمجھ کر اس دعا کو ان اوقات میں ہی پڑھ لیا کرے، تو دوسروں کا بھی خواہ بنے بغیر وہ نہیں رہ سکتا، وہ دعا یہ ہے۔

﴿اھدنا الصراط المستقیم، صراط الذین انعمت علیھم، غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین﴾

قرآن مجید میں اور بھی جامع دعائیں سکھلادی گئیں ہیں، اور پھر پیغمبر انسانیت سید محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاؤں کا ایک ذخیرہ امت کے لئے چھوڑا ہے جس میں اس کی دینی ودنیوی ضروریات کی تکمیل کے ساتھ انسانیت کی فلاح وبہبود اور حاکم ورعیت کے مفادات کا لحاظ، عمر کے مختلف مراحل کا خیال، زندگی کے نشیب وفراز کا دھیان اور انفرادی واجتماعی انسانی فکر نمایاں ہوتی ہے، حیرت ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعاؤں کے اندر بھی انسانی حقوق کا کس باریک بینی سے نہ صرف خیال رکھا ہے، بلکہ امت کو ان حقوق کی طرف دعاؤں کے ذریعہ بھی توجہ دلائی ہے۔

☆☆☆

(صفحہ ۱۳ کا بقیہ)

..... اس فلم میں بھی دکھایا جاتا ہے کہ دونالڈ رمسفیلڈ عالمی پریس کو تورا بورا کے پہاڑوں میں ایک عظیم الشان قسم کی تعمیر دکھاتا ہے، بیڈ رومز ہیں، دفاتر ہیں، کمپیوٹر سسٹم واقع ہے اتنے بڑے دروازے ہیں کہ ٹینک بآسانی سما جائیں، رمسفیلڈ کہتا ہے کہ ایسا ایک نہیں ایسے بہت سارے ہیں، لیکن جب تورا بورا پہنچ جاتے ہیں تو وہاں وہی قدیم غار ہیں جو محض غار ہیں، چھوٹے تاریک، سوائے چند بارود بھرے صندوق کے وہاں کچھ بھی نہیں، اس کے فوراً بعد فلم میں بش آتے ہیں اور قوم کو بتاتے ہیں کہ ہم نے دہشت گردوں کو امریکہ کے فلاں شہروں میں ناکام کردیا ہے، ہم پُرعزم ہیں کہ دشمن کو اپنے عوام پر حملے سے پہلے ہی روک دیں گے، لیکن بش کی پوری فہرست میں سے ہر ایک کیس عدالتوں میں آکر ٹوٹ پھوٹ گیا، یا نہایت معمولی الزامات میں سزائیں ہوئیں، جو بہترین شہادتیں ایف. بی آئی لاسکی وہ نہایت معمولی تھی جیسے ایک سیاح کی ڈزنی لینڈ وزٹ کی فلم، مختار الکبری کا ای میل، جس میں اس نے کہا تھا کہ میں شادی کرنے بغداد جارہا ہوں۔ اس پیغام کو ایف. بی. آئی نے کہا کہ یہ اصل میں خفیہ پیغام ہے کہ وہ امریکہ کے چھٹے فلیٹ پر خودکش حملہ کرے گا، اور ایک کاغذ پر کچھ نشانات جو کافی عرصہ پہلے فوت شدہ ذہنی مریض نے بنائے تھے جن کو سی آئی. اے والوں نے کہا کہ یہ ترکی میں امریکی اڈے کا نقشہ ہے، فلم ساز کرٹس کا استدلال ہے کہ القاعدہ ایک آسیب ہے، اس کا خفیہ دہشت گردی کا نٹ ورک ایک فریب ہے جو سیاستدانوں نے ہمارے مستقبل کے اندیشوں کو استعمال کرتے ہوئے تشکیل دیا ہے، اس خیالی دشمن پر بجٹ کا بڑا حصہ صرف کیا جارہا ہے اور پوری دنیا کو بیوقوف بنایا جارہا ہے، بش صاحب بڑی بے حیائی سے اعتراف بھی کرتے ہیں کہ بن لادن کے نیپ سے ہم کو صدارتی انتخاب میں فائدہ ہوا۔

(آئندہ)

معاشیات

مروجہ بینکنگ اور بلاسودی مالی نظام

ایک تقابلی جائزہ

موجودہ نظام کا دائرہ:

ہندوستان کا مروجہ بینکنگ بزنس سود پر مبنی ہے۔ اس ڈھانچہ میں بینکنگ سیکٹر اور مالی مارکٹ کی نگراں ریزرو بنک آف انڈیا ہے۔ بازار زر (منی مارکٹ) ان تمام اداروں کا اجتماع ہے جو قلیل مدتی سرمایہ فراہم کرتے ہیں۔ اپنے تنظیمی ڈھانچہ کی بنیاد پر بینکنگ ادارے دو بڑے گروپوں میں تقسیم کئے جاسکتے ہیں۔

(الف) کمرشیل بینک:۔

ان کو بھی مزید دو گروپوں میں منقسم کیا جاسکتا ہے (۱) نیشنالائزڈ (قومیائے ہوئے بینک اور پرائیویٹ سیکٹر بینک۔ قومی ملکیت والے بینک حکومت ہند کی ملکیت نگرانی اور کنٹرول میں ہیں۔ ریزرو بنک آف انڈیا، اسٹیٹ بینک آف انڈیا اور اس کی ذیلی شاخیں اور بیس بڑے کمرشیل بینک اس گروپ میں شامل ہیں اور عموماً بینکنگ بزنس کا نوے فیصد ان کو حاصل ہوتا ہے۔ پرائیویٹ سیکٹر بینک دو حصوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ شیڈیولڈ بینک (فہرستی بینک) اور غیر فہرستی بینک، شیڈیولڈ بینک ریزرو بینک آف انڈیا سے الحاق کا وہ معیار پورا کرتے ہیں جس کا تعین ریزرو بنک آف انڈیا نے کیا ہے۔ اور اس کی وجہ سے انہیں کئی مراعات واستحقاق بھی حاصل ہیں اور زائد ذمہ داریاں بھی ادا کرتے ہیں جو غیر شیڈیولڈ بینکوں کو حاصل نہیں ہیں یہ بینک بطور جوائنٹ کمپنی رجسٹرڈ ہیں۔

(ب) کوآپریٹیو (امدادباہمی بینک)

یہ باہمی تعاون کے ان بنیادی اصولوں پر قائم ہیں جو ممبروں کے درمیان ان کے مالی مفادات میں اضافہ اور مدت کے سلسلے میں باہمی مالی تعاون پر زور دیتے ہیں۔ یہ دو شقوں میں تقسیم ہیں یعنی شہری اور دیہی جس کا انحصار ان کے دائرہ کار کے علاقہ پر ہے شہری امداد باہمی بینکوں سے متعلق اعداد وشمار میں شہری امداد باہمی بینکوں اور تنخواہ داروں یعنی ملازموں کی امداد باہمی قرض انجمنوں کی تفصیل شامل ہے۔ دیہی علاقوں کے لئے قلیل مدتی اور طویل مدتی امداد باہمی بینک کے ڈھانچے ہیں۔ قلیل مدتی کے لئے اسٹیٹ کو آپریٹیو بینک سب سے بلند راس ادارہ ہے جس کے ماتحت ضلع سطح پر سینٹرل کوآپریٹیو بینک اور دیہی سطح پر پرائمری لیول مارکیٹنگ امداد باہمی انجمنیں ہیں۔ یہ ایک وفاقی ڈھانچہ ہے اور قلیل مدتی ڈھانچہ اس کا ایک مجرد اکائی جز ہے۔ امداد باہمی بینکنگ کی خصوصیت اس کا علاقائی عدم توازن اور مختلف النوع درجات ہیں یعنی بعض ریاستوں میں یہ دو درجاتی ہیں اور بعض میں تین درجاتی۔

وسط مدتی اور طویل مدتی مالی ضروریات اور سرمایہ کی فراہمی کے لئے کئی ادارے قائم ہیں۔ ان کو ترقیاتی بینک کہا جاسکتا ہے یعنی صنعتی ترقیاتی بینک آف انڈیا، انڈسٹریل کریڈٹ اینڈ انوسٹمنٹ کارپوریشن آف انڈیا، یونٹ ٹرسٹ آف انڈیا وغیرہ۔ یہ سب مل کر سرمایہ کار مارکیٹ بناتے ہیں۔ مختصر وسطی اور طویل مدتی سرمایہ کاری اور فراہمی سرمایہ میں بہت قریبی تعلق ہے، اس لئے ریزرو بینک آف انڈیا کی ان دو ذیلی شاخوں کے ذریعہ ان میں باہمی تعاون ہے۔ اس صورت میں یہ وسیع وعریض پھیلا ہوا بینکنگ نظام فراہم کرتا ہے۔

(الف) سرمایہ

(ب) افراد کے مختلف طبقات اور معاشیات کی جزئیات کو ضمنی خدمات، لیکن یہ سب سودی کاروبار ہے۔ بینکنگ کے مروجہ ملکی قوانین (بینکنگ ریگولیشن ایکٹ، ریزرو بینک آف انڈیا ایکٹ، نیگوشیل انسٹرومینٹس ایکٹ کوآپریٹیو سوسائٹیز ایکٹ) سودی کاروبار سے ہی متعلق ہیں۔ اس نوعیت کا روایتی نظام روپیہ کی سپلائی کے اپنے کردار کے باعث ملکی معاشی عدم استحکام کا ذمہ دار ہے۔ اس سے زر کی ایمانداری اور خلوص غائب ہوگیا ہے۔ اور ایکوٹی یا مساوات کے مسائل پیدا ہوگئے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس نظام میں ڈپازیٹر اور قرض لینے والوں کے مختلف طبقات کے ساتھ سلوک کی عدم مساوات اور ناانصافی پیدا ہوگئی ہے۔ خدمات کی ادائیگی کے سلسلے میں بھی سروس چارجز میں عدم مساوات ہے۔ مختصر یہ کہ ذرائع وسائل یعنی سرمایہ کی غلط حد بندی ہے۔ قومی ملکیت بنائے جانے کے بعد سے خدمات کا معیار گر گیا ہے اور کارکردگی بھی بدتر ہوتی جارہی ہے جس سے منفعت میں تخفیف ہوگئی ہے۔

بلا سودی مالی نظام کے مقاصد اور دائرہ کار

بلاسودی مالی نظام بالعموم پورے ملک اور بالخصوص مسلمانوں جیسے سماج کے کمزور طبقات کی ضروریات کو پورا کرسکے گا۔ یہ بات تسلیم کی جاچکی ہے کہ معاشی اور معاشرتی طور پر مسلمان پسماندہ ہیں اور اگرچہ وہ ملک کی کل آبادی کا بارہ فیصد جزو ہیں۔ پھر بھی وہ پسماندہ ذاتوں اور قبائل کے ساتھ ساتھ معاشرہ کا سب سے کمزور اور پسماندہ طبقہ ہیں۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی حکومت نے ان کے لئے پندرہ نکاتی اور بیس نکاتی پروگراموں جیسی ترقیاتی اسکیمیں تیار کی ہیں۔ مرکز میں حکومت نے اقلیتوں کا کمیشن قائم کیا ہے۔ بعض ریاستی حکومتوں نے اپنے یہاں مائنوریٹیز کمیشن کے ساتھ ساتھ مائنوریٹیز

فائنس کارپوریشن قائم کرنے کے علاوہ مسلمانوں کی معاشی حالت کو بہتر بنانے کے لئے کئی دیگر اسکیمیں بھی مروجہ کی ہیں۔ ان تمام کے باوجود مسلمان ہندوستانی معاشرہ کا سب سے کمزور اور پسماندہ طبقہ بنے ہوئے ہیں۔ ملک کی صنعت وحرفت اور تجارت کی ترقی میں ان کی شمولیت نہ ہونے کے برابر ہے۔ البتہ بہت چھوٹی اور بہت معمولی نوعیت کی صنعتوں کی ترقی میں انہوں نے کچھ حصہ ضرور لیا ہے۔ پھر بھی یہ حصہ بہت کم بلکہ معمولی نوعیت کا ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق چھ لاکھ یونٹوں سے مسلمانوں کی ملکیت میں صرف چودہ ہزار یونٹ ہیں جو محض ۲ء۳ فیصد حصہ ہے۔ قابل ذکر بات یہ ہے کہ اچھے اور بلند معیار کی اشیاء کی تیاری میں مسلمان کاریگروں نے ہمیشہ موثر اور نمایاں کردار انجام دیا ہے۔ اور اب بھی دیتے ہیں۔ اس کی کچھ مخصوص اور اہم مثالیں علی گڑھ (تالوں کی صنعت) بنارس (کپڑا بننا اور زردوزی) مرادآباد (ظروف سازی) فیروز آباد (شیشے کے سامان اور چوڑیوں کی تیاری) اور حیدرآباد (بیدری نقاشی) سے سامنے آتی ہیں۔ بات یہ ہے کہ ان میدانوں میں مسلمان اور دیگر کاریگروں کا درمیانی آدمی یا بچولیوں کے ذریعہ استحصال ہورہا ہے جس کے باعث وہ رفتہ رفتہ اپنی پوزیشن کھورہے ہیں۔ مثال کے طور پر ایک جائزہ کے مطابق ۱۹۶۱ء میں فیروزآبادی میں شیشے کا سامان اور چوڑیاں بنانے کی ۵۹ فیصد یونٹیں مسلمانوں کے ہاتھ میں تھیں۔ ۱۹۸۱ء میں یہ شرح گھٹ کر محض ۵۱ فیصد رہ گئی ہے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ذرائع نہیں ہیں۔

اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ مسلمان کاریگری اور کاراندازی کے معاملات میں پیچھے نہیں ہیں ان میں مہارت کی کوئی کمی نہیں ہے۔ لیکن انہیں مالی مسائل کے فقدان کے ساتھ مارکٹنگ اور بنیادی سہولیات میسر نہیں۔ اگر کسی ادارہ کی مدد ان کو حاصل ہوتی تو وہ یقیناً بہت ترقی کرسکتے تھے۔ یہاں یہ بتانا مناسب ہوگا کہ آزادی کے بعد سے ملک نے معاشی سرگرمیوں کے ہر میدان میں نمایاں ترقی کی ہے۔ جملہ قومی آمدنی کے مدنظر بچت اور سرمایہ کاری کا تناسب یہاں دنیا میں سب سے زیادہ ہے۔ مالی بچتیں مثلاً کمرشیل بینکوں میں ڈپازٹ نیشنل سونگ سرٹیفکٹوں اور بچت کے دوسرے امور میں سرمایہ بڑھتا جارہا ہے۔ حالانکہ اس سلسلہ میں اعداد وشمار دستیاب نہیں لیکن اندازہ ہے کہ آمدنی کے تناسب سے بچت کا تناسب مسلمان گھرانوں میں کم ہے۔ اس کی کئی وجوہات ہوسکتی ہیں۔ جیسے تعلیم اور آگاہی کی کمی، غربت، مارکٹ کے حالات، جائزہ سرمایہ کاری کی راہوں سے عدم واقفیت وغیرہ دو اہم وجوہات جو نظر انداز نہیں کی جاسکتی، وہ یہ ہیں کہ بہت سے مسلم گھرانے جو بچت کرسکتے ہیں وہ ایسے بینکوں یا ایسے اداروں میں اپنا بچت کا پیسہ ڈپازٹ کرنا نہیں چاہتے جو سود پیش کرتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ ہندوستان اور دیگر ممالک میں بھی بچتوں کو ایسی صورت میں رکھنے کا رواج فروغ پارہا ہے جس سے منافع زیادہ سے زیادہ ہو، مثال کے طور پر خود ہندوستان میں رواں کھاتوں (کرنٹ ڈپازٹس) میں جن پر کوئی سود نہیں ملتا کمی آتی جارہی ہے اور میعادی ڈپازٹس میں جن میں منافع کی شرح اونچی ہوتی ہے، نیز حصص جن میں منافع زیادہ ہوتا ہے روپیہ لگانے کا رواج بڑھتا جارہا ہے۔ ہندوستانی مسلمان کی معیشت اور اس کے نتیجہ میں ملکی معیشت پر اس کے بہت اہم اثرات ہوئے ہیں، ہندوستانی مسلمانوں میں بچت کے رجحان میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اور بچت کی مقدار بھی بڑھ سکتی ہے اور اس سے بھی زیادہ اہم یہ ہے کہ بچتوں کے ایک بہت بڑے حصہ کو کسی مالی صورت میں یعنی اداروں کے بینک ڈپازٹس وغیرہ میں رکھا جاسکتا ہے اور نوعیت کے ذرائع فراہم کئے جاسکتے ہیں یا وضع کئے جاسکتے ہیں جن کے تحت مسلمانوں کے مذہبی احکامات کے مطابق رجحانات اور جذبات کی تسکین ہوسکتی ہے۔ اسی طرح حالانکہ مسلمان کاراندازوں میں مہارت بھی موجود ہے اور کاروباری صلاحیت بھی لیکن ان میں سے بہت سے بینکوں سے صرف اس لئے قرض لینا پسند نہیں کرتے کہ اس پر انہیں سود ادا کرنا پڑے گا۔ جو مذہبی اعتبار سے ممنوع ہے۔

مذکورہ بالا تجزیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسے مالی اداروں کے قیام کی سخت ضرورت ہے جو مسلمان بچت اندازوں اور سرمایہ کاروں کی ضرورت اور محرکات کی تزویدکرسکیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ ادارے بچت اندازوں اور سرمایہ کاروں کی معیشتی ضروریات کی تکمیل عصری مروجہ مالی اداروں کی بہ نسبت زیادہ بہتر طور پر کرسکیں گے۔ بحث وتمحیص کے بغیر ہی یہ نکتہ تسلیم کرلیا گیا ہے کہ جہاں ملک کا مروجہ مالی نظام بچتوں کے حصول میں کامیاب ہوا ہے وہاں یہ اچھی منفعت بخش اور سیر حاصل معاشی اور اقتصادی سرگرمیوں کی ہمت افزائی میں قطعی ناکام ہے۔ اور جہاں تک موثر کارکردگی کا تعلق ہے یہ بالکل ہی ناکارہ ثابت ہوا ہے۔ اور اس کا ثبوت نقصانات اور قرضوں کی رقم کی کثیر تعداد میں عدم وصول یا ناقابل وصول کی صورت میں ہمارے سامنے ہے۔ لیکن ایسا نظام جو بچت انداز اصل کار کے درمیان شرکت کی بنیاد پر غیر سودی مالی اداروں کی ثالثی کے ذریعہ قائم ہو وہ بچت اندازوں میں نقصان کا جوکھم اٹھانے کے جذبہ کے اضافہ کے ساتھ ساتھ سرمایہ استعمال کرنے والوں میں جوکھم کی تخفیف اور بچت کی سرگرمیوں میں اضافہ کا باعث بھی ہوگا۔ یہی وہ بنیاد ہے جس پر غیر سودی ادارے قائم ہوں گے۔

ملک میں ایسے مالی ادارے ہندوستان میں اب بھی کام کررہے ہیں۔ ان میں سے کچھ کامیابی کے ساتھ چل رہے ہیں اور کچھ کو جزوی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ یہاں یہ بات واضح کردینی چاہئے کہ ایک غیر سودی مالی ادارہ کا قیام اور اس کو مذہبی اصولوں کے مطابق چلانا ایک علاحدہ بات ہے اور اس کو عصری خطوط پر بڑھانا اور اس کی نشوونما کرنا تاکہ یہ مضبوط اور توانا پر جوش موثر اور عمدہ تقابلی نظام میں سامنے آئے۔

(بقیہ صفحہ ۲۲ پر)

جائزہ

قاعدہ بغدادی کے مکتب میں
امریکی فوج کے ایک ہزار دن

از ..... نذر الحفیظ ندوی

☆ ہزار دنوں میں امریکی فوج عراقی جنگ پر دو سو چار ارب ڈالر خرچ کر چکی ہے، جب کہ آزاد ذرائع کا کہنا ہے کہ ستمبر ۲۰۰۵ء تک سات سو ارب ڈالر خرچ ہو چکے تھے (امریکہ نے ویتنام کی جنگ پر اٹھارہ سال میں چھ سو ارب ڈالر خرچ کئے تھے برطانوی حکومت اس جنگ پر سوا پانچ ارب اسٹرلنگ پونڈ خرچ کر چکی ہے۔

☆ ہزار دنوں میں مرنے والے امریکی فوجیوں کی تعداد چار ہزار تین سو انتالیس ہے، زخمیوں اور اپاہجوں کی تعداد ستر ہزار ہے جن کے علاج ومعالجہ پر پینتیس ارب ڈالر خرچ ہوں گے، عراقی جنگ کا جو بجٹ امریکی کانگریس نے بنایا تھا اس سے دس گنا یعنی تین ٹریلین ڈالر سے زائد خرچ ہو چکے ہیں، آغاز جنگ میں ایک سو پچیس ارب ڈالر کے اخراجات کا اندازہ لگایا گیا تھا، امریکی ماہرین اقتصادیات نے پیشینگوئی کی ہے کہ آئندہ دس سال کے اندر دو سو تیس ارب ڈالر مزید خرچ ہوں گے، افغانستان وعراق میں جنگ کی وجہ سے امریکہ میں ایک ہزار دن کے اندر پینتالیس لاکھ افراد بے روزگار ہو گئے، عوامی خدمات، صحت، تعلیم، فلاح وبہبود کے بجٹ میں ستر ارب ڈالر کی کمی کر دی گئی، رواں سال میں مزید ۷۵ ارب ڈالر کی کمی کر دی جائے گی۔

☆ عراقی جنگ کی وجہ سے امریکی فوجوں کی ہمتیں پست ہو رہی ہیں۔

☆ ستمبر ۲۰۰۵ء تک امریکی فوج میں ساٹھ ہزار نئی بھرتیوں کا منصوبہ بنایا گیا تھا جو اپنے ہدف سے ۲۵ فیصد کم ہے جب کہ امریکی میرینز میں ۱۰ فیصد کی کمی ہے۔

☆ امریکی حکومت عراق کی تعمیر نو کے لئے جو امداد دیتی ہے اس کا ۲۲ فیصد حصہ امن وامان کے قیام پر صرف ہو جاتا ہے یعنی اکیس ارب ڈالر سالانہ۔، تعمیر نو کے بہت سے منصوبے ابھی شروع بھی نہیں ہوئے۔

☆ ۲۰۰۵ء میں صرف تین ماہ کے اندر ایک سو بیس امریکی شہری عراق میں قتل کئے گئے، یہ لوگ امریکی کمپنیوں میں کام کرتے تھے۔

یہ چند نمایاں عنوانات ہیں جو عراق میں امریکی فوج کے ایک ہزار دن پورے ہونے پر مغربی میڈیا کے جائزوں سے سامنے آئے ہیں، اسی جائزہ میں وہ اعلانات بھی برابر آرہے ہیں جن میں اس جنگ کے تین بڑے ہیرو، بش، ڈک چینی اور رمسفیلڈ نے فرمایا ہے کہ ''عراق سے فوری انخلا بہت بھاری غلطی ہوگی، یہ دہشت گردی کی فتح اور امریکہ کی شکست ہوگی'' (بش)

''فوری انخلا ہزیمت کی طرف مختصر راستہ ہے، فیلڈ مارشل رمسفیلڈ۔ ۱۲ر دسمبر۔ دس دن کے بعد آپ ہی نے ارشاد فرمایا کہ مارچ ۲۰۰۶ء سے پہلے امریکہ عراق سے اپنے سات ہزار فوج واپس بلا لے گا، اس طرح افغانستان سے بھی اپنے تین ہزار فوجی واپس بلا لے گا۔

اب امریکی فوجی عام طور سے کھل کر لکھنے لگے ہیں کہ اسرائیلیوں نے امریکیوں کو عراق میں گھسیٹا ہے، جیسا کہ افغانستان وعراق کی جنگ کے منصوبہ ساز دماغ پال وولفوئز (سابق نائب وزیر دفاع) اور ان کے یہودی کارندوں نے بنایا تھا، دوسرے یہودی پنڈت کیسنجر بھی ان ہی لوگوں میں سے تھے جنھوں نے ستمبر کے ڈرامہ کے بعد فوری طور پر یہ مشورہ دے ڈالا تھا کہ مجرموں کو جلد سے جلد سبق سکھانے کی ضرورت ہے، اب آنجناب کا بیان آیا ہے کہ عراق کی صورت حال نے ہمارے لئے واقعی بڑی مشکلات پیدا کر دیئے ہیں، لیکن اگر امریکہ وہاں سے نکل آیا تو پوری دنیا میں امریکی منصوبوں کو نقصان پہونچے گا (ان میں سرفہرست اسرائیل ہے)

عراق میں امریکی حملے کے بنیادی مقاصد میں سے پٹرول کے ذخیروں پر قبضے کے علاوہ عراق میں فلسطینیوں کو بسانا بھی ہے تاکہ اسرائیل کا نقشہ فرات تک پہونچنے کا پورا ہو جائے، اسی لئے یہودیوں کی شاطرانہ چال یہی ہے کہ امریکہ کسی بھی قیمت پر عراق سے نہ جائے، بصورت دیگر اس کے بڑے سنگین اور دور رس نتائج ہوں گے، لیکن سپر پاور امریکہ اور ان کے پشت پناہ یہودی اور پوری مغربی دنیا کے ہزاروں تمناؤں اور کوششوں کے باوجود مغربی دانشوروں اور مبصروں نے ہزاروں کے جائزے سے جو نتیجہ نکالا ہے اس میں اس تلخ حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ یہ طے ہے کہ امریکہ کو عراق سے نکلنا ہے، سی. این. این. اور یو. ایس. اے ٹوڈے اور گیلپ پول کے تازہ سروے سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵۹ فیصد امریکی سمجھتے ہیں کہ عراق پر حملہ غلطی تھی، ۶۳ فیصد کی خواہش ہے کہ امریکہ عراق سے اپنی فوج واپس بلا لے، اس سروے

میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ امریکی افواج کے دماغی امراض میں بہت تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے، امریکی لیفٹیننٹ جولین کوڈرم کا کہنا ہے کہ تنہا ہماری خواہش خودکشی کی نہیں بلکہ ہماری طرح ایک لاکھ فوجیوں کا یہی حال ہے، عراق میں ہم ایسی جنگ لڑ رہے ہیں کہ نہ تو حملہ آور نظر آتے ہیں اور نہ سڑک کے کنارے پر بم دھماکہ کرنے والے اور نہ ہی امریکیوں کا شکار کرنے والے عراقی شکاری اور نہ ہی ہمارے ہیلی کوپٹروں کے پائلٹ اپنے کو ان غباروں سے بچانے کی اہلیت رکھتے ہیں جو فضا میں اچانک دھماکہ کر کے پورے ہیلی کوپٹر اور اس کے عملے اور سوار فوجیوں کا کام تمام کر دیتے ہیں۔

عراق میں ہزار دن پورے ہونے پر جائزے میں کہا گیا ہے کہ:۔

وہائٹ ہاؤس نے اشارہ دیا ہے کہ ۲۰۰۷ء تک امریکی فوج عراق سے نکل جائے گی، لیکن اس اعلان کے ساتھ یہ بھی پیش نظر رہے کہ امریکہ عراق میں مستقل رہنے کی تیاری بھی کر رہا ہے، مثال کے طور پر امریکی وزارت دفاع پورے عراق میں بارہ فوجی اڈے تعمیر کرا رہا ہے، اس پر اسی ملین ڈالر کی لاگت آئے گی، یہ کام گلیکسی سائنٹفک کارپوریشن کے ذمہ کیا گیا ہے، (نیویارک سن ۱۴ر۱ر۲۰۰۴ء) اس کے علاوہ امریکی کانگریس نے ۲۰۰۷ء میں دو سو چھتیس ملین ڈالر کے خرچ سے ایک مستقل فوجی چھاؤنی کی تعمیر کا منصوبہ بنایا ہے۔

وہائٹ ہاؤس کے اعلان کے مطابق ۲۰۰۶ء کے آخر تک پچاس ہزار ۲۰۰۷ء میں ۷۵ ہزار فوجی واپس جائیں گے، اس دو سال کے اندر عراق میں موجود فوجی مراکز کام کرنے لگیں گے جو ایک طرح سے شہروں سے دور رہ کر عراق پر فوجی قبضہ برقرار رکھیں گے۔

مبصرین نے فوجی انخلا کے پس پردہ کارفرما اسباب ومحرکات کا جائزہ لیتے ہوئے بتایا ہے کہ باوجود یہ کہ سولہ ہزار سے لے کر چالیس ہزار عراقی فوجیوں کو امریکیوں نے تیار کر لیا ہے، جو ان کے ساتھ کام کر رہے ہیں لیکن عراقی مزاحمت پسندوں کے حملوں میں روز بروز غیر معمولی شدت آتی جا رہی ہے، ہر ماہ مجموعی طور پر دو ہزار کے قریب عراقی مزاحمت پسند شہید کئے جا رہے ہیں لیکن امریکی فوجیوں کا جانی نقصان ہر روز بڑھتا ہی جا رہا ہے، دوسری طرف صرف پانچ ڈالر کی لاگت سے ایک ہیلی کوپٹر کو گرانے کی ٹکنک نے پنٹاگن اور ان کے جنرلوں کے ہوش ٹھکانے لگا دیئے ہیں، پنٹاگن کے ترجمان ڈیفنس نیوز نے دس دن کے اندر تین ہیلی کوپٹروں کی تباہی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ اس طرح کے واقعات سے امریکہ کے لئے نیا خطرہ پیدا ہو گیا ہے، ہیلی کوپٹروں کے گرنے سے جو مالی نقصانات ہو رہے ہیں وہ کروڑوں ڈالر میں ہیں لیکن ان میں موجود عملہ اور فوجی افسران کی ہلاکت امریکی حکومت کے لئے سب سے زیادہ باعث تشویش ہے، عراق میں موجود امریکی فضائیہ کے سربراہ نے کہا کہ عراقی مزاحمت پسند عراقی ہیلی کوپٹر گرانے میں دستی بم استعمال کرتے ہیں جو نیچی پرواز کرنے والے ہیلی کوپٹروں کے نیچے آکر پھٹ جاتے ہیں، امریکی فضائیہ کے فیلڈ مارشل جنرل ایڈورڈ سنکلر نے البامہ کے فوجی اڈہ پر ایک پریس کانفرنس میں کہا کہ امریکی فضائیہ کو ایسے فضائی تھیلوں سے شدید خطرہ لاحق ہے جو مقامی طور پر عراقی تیار کرتے ہیں، ان پر لاگت بھی کم آتی ہے جس راستہ پر ہیلی کوپٹر پرواز کرتے ہیں اس پٹی پر جگہ جگہ فضائی تھیلیاں گیس سے بھری ہوئی دھاگوں کے ذریعہ اڑا دی جاتی ہیں، پھر جیسے ہی ہیلی کوپٹر زد میں آتے ہیں ریموٹ کنٹرول سے انہیں داغ دیا جاتا ہے، دھماکہ کی آواز بڑی زبردست ہوتی ہے، ہیلی کوپٹر کے نیچے کا حصہ جیسے ہی ٹوٹتا ہے ایک دھماکہ سے ہیلی کوپٹر گر جاتا ہے، اور اس میں آگ لگ جاتی ہے۔

دوسرا طریقہ جس کا ابھی تک پنٹاگن کے جنرلوں سے جواب نہیں بن سکا وہ ہے سڑک کے کنارے بم نصب کر کے امریکی فوجی قافلوں کو تباہ کرنا، یہ بم وقتی طور پر تیار کئے جاتے ہیں، انہیں جگہ جگہ نصب کر دیا جاتا ہے پھر تھوڑے فاصلے پر شکاریوں کی طرح مزاحمت پسند فوجی قافلوں کے گذرنے کا انتظار کرتے ہیں جیسے ہی یہ قافلے زد میں آتے ہیں ریموٹ کنٹرول سے دھماکہ کر دیا جاتا ہے، دیکھنے میں یہ معمولی دیسی بم ہوتے ہیں جو بچوں کے کھلونوں سے تیار کئے جاتے ہیں لیکن دھماکہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ بکتر بند گاڑیوں کا شیرازہ بکھر جاتا ہے۔

تیسرا طریقہ مزاحمت پسندوں نے یہ اختیار کیا ہے کہ وہ شکاری کی طرح امریکی فوجیوں کے انتظار میں دور کھڑے ہو جاتے ہیں، جیسے ہی شکار نظر آتا ہے، یہ شکاری آنکھوں پر دوربین فٹ کر کے رائفل پر سائلنسر لگاتے ہیں، دوسرا ساتھی کیمرہ ٹھیک کرتا ہے، پھر فوجی کی دونوں آنکھوں کے درمیان نشانہ لگاتا ہے، بسم اللہ کہہ کر فائر کرتا ہے، اور شکار ڈھیر ہو جاتا ہے، قناص بغداد، قناص فلوجہ، قناص بعقوبہ، قناص موصل وسامرا کے نام سے ایسے شکاریوں کے قصے امریکی فوجیوں کے ہوش وحواس گم کر رہے ہیں۔ لفظ قناص (عربی) ایسے شکاری کو کہتے ہیں جو گھات میں بیٹھا رہتا ہے، گذشتہ ماہ کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک شکاری اب تک ۵۵ شکار کر چکا ہے، دوسرے کے بارے میں موصل شہر میں سب جانتے ہیں کہ اس نے ایک ہفتہ کے اندر سو شکار کا عزم کر رکھا تھا، جو اس نے پورا کیا اب عراقی فوج کے ایک سابق افسر عبدالجبار سامرائی نے القدس کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ عراقی تحریک مزاحمت کی شکاری پالیسی بہترین قرار پائی ہے اس میں کارروائی کرنے والا پوری طرح محفوظ، بلکہ امریکی فوجیوں کے ارد گرد ہی رہتا ہے

لیکن امریکیوں کو سخت نقصان پہونچتا ہے، وہ نفسیاتی طور پر ٹوٹ پھوٹ رہے ہیں، ان میں سے ہر فوجی ہر لمحے اس خوف کا شکار رہتا ہے کہ کہیں قریب کسی کھڑکی یا کئی سو میٹر دور کسی گھنے درخت کی مچان پر بیٹھے شکاری کا اگلا شکار وہ نہ ہو، امریکی فوج میں ترجمان کی حیثیت سے کام کرنے والے عراقی باشندے نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا ہے کہ خوف کا عالم یہ ہے کہ اکثر امریکی فوجی پتلون کے نیچے پمپر استعمال کرنے لگے ہیں، کہ خوف کے عالم میں ساتھیوں کے سامنے جگ ہنسائی نہ ہو۔

عراق سے امریکی فوجوں کے انخلاء میں دوسرا بنیادی سبب جانی اور مالی نقصانات ہیں جس میں روز بروز غیر معمولی اضافہ ہو رہا ہے اس میں کمی کے بجائے اضافہ ہی ہو رہا ہے، اب تک سات سو ارب ڈالر صرف امریکہ نے خرچ کئے ہیں، حالانکہ ابھی ایک ہزار دن ہی گذرے ہیں، جب کہ ویتنام میں اٹھارہ سال کی مدت میں چھ سو ارب ڈالر خرچ ہوئے تھے، ابھی حال ہی میں امریکی کانگریس نے عراقی جنگ کے سلسلہ میں تین بلوں کی منظوری دی ہے جو ۲۰۰۶ء میں خرچ کئے جائیں گے، ماہرین اقتصادیات کا کہنا ہے کہ ہر امریکی پر سات سو ستائیس ڈالر تقسیم ہوتے ہیں۔

تیسرا بنیادی سبب جو سب سے اہم ہے وہ امریکی افواج کی تعداد میں کمی ہے جو بڑی تیز رفتاری سے ہو رہی ہے، ۲۰۰۱ء میں امریکہ نے دس لاکھ فوجیں افغانستان و عراق میں استعمال کی تھیں، ان میں تین لاکھ اکتالیس ہزار اصل فوج کی خدمت پر مقرر کئے گئے، اڑتالیس ہزار یعنی تقریباً ۳۵ فیصد وہ ہیں جو ریزرو نیشنل گارڈ سے تعلق رکھتے ہیں، یہ لوگ بھی جب واپس وطن جاتے ہیں تو دوبارہ آنے سے انکار کر دیتے ہیں۔

چوتھا بنیادی سبب یہ ہے کہ امریکی افواج کی اکثریت یہ سمجھنے لگی ہے کہ عراق میں ان کی موجودگی کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

امریکی وزارت خارجہ نے اس سلسلہ میں جو رپورٹ پنٹاگن کے تعاون سے تیار کی ہے اس کے جائزہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکی فوجوں میں مزاحمت پسندوں کے حملے میں دس گناہ اضافہ ہو گیا ہے۔ تازہ ترین اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ماہ میں پچاس خودکش حملوں کا تناسب ہے، سڑکوں کے کنارے بم نصب کر کے امریکی فوجیوں پر حملے تو شمار سے آگے ہیں۔ ہر تیسرے چوتھے مہینے پنٹاگن سے مطالبہ ہوتا ہے کہ عراقی مزاحمت پسندوں کے حملوں کی تکنیک تبدیل ہو گئی ہے، براہ کرم اس سے نمٹنے کا جلد انتظام کریں۔ اس صورت حال نے بش اینڈ کمپنی کو پریشانی میں ڈال دیا ہے، دوسری طرف امریکی دانشوروں کا دباؤ بڑھ رہا ہے کہ عراق سے جلد فوجیں واپس بلائی جائیں اس لئے کہ فوجوں کی ہمتیں پست ہو رہی ہیں، تیسری طرف امریکی حکومت کو پریشانی ہو رہی ہے کہ وہ بین الاقوامی اور علاقائی ذمہ داریوں کو پورا کرنے اور بروقت فیصلہ کرنے کی قوت سے محروم ہو رہی ہے۔

یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ امریکہ ہندوستان و پاکستان اور اپنے قریبی حلیفوں کو اس بات پر آمادہ کرنے کی بھرپور کوشش کر رہا ہے کہ وہ عراق و افغانستان میں امریکی فوجوں کی جگہ لیں تاکہ باعزت پسپائی اختیار کر سکے، امریکہ جب تک اسرائیل کی حفاظت کی ضمانت کا انتظام نہیں کرے گا عراق سے اس کی واپسی یا پسپائی کیسے ہو جائے گی۔ مشرق وسطی میں امریکی فوجوں کی شکست کا مطلب اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ ھطین کے میدان میں جن لوگوں نے صلیبیوں کو شکست فاش دی تھی وہی اکیسویں صدی میں دوبارہ عراقی ریگستان میں یہ کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔

☆☆☆

(صفحہ ۱۹ کا بقیہ)

.....ایک دوسری بات ہے۔ دوسرے الفاظ میں ہمارے تصورات کا ادارہ کوئی چھوٹا سا ادارہ نہیں ہونا چاہئے جس کا کام غیر سودی بنیاد پر رقوم کی فراہمی بچت رقوم کا حصول اور ان رقوم کو ایسے محدود امور میں استعمال کرنا جن سے بچت اندازوں کو محض معمولی منافع حاصل ہو۔ اس کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ اس سے قوم کے کمزور طبقات بالخصوص مسلمانوں میں معاشی سرگرمیوں میں اضافہ ہو، کاراندازی کی ہمت افزائی ہو، انہیں مالی وسائل مہیا ہوں اور تنظیم اور مارکٹنگ وغیرہ کے امور میں انہیں مرچنٹ بینک کی امداد حاصل ہو، ہم کو ایسے ہی ادارہ کی سخت ضرورت ہے۔

یہ بتانا ضروری ہے کہ سود مند مستحکم معاشی سرگرمیوں میں اضافہ کے لئے سرمایہ کی فراہمی ضروری شرط ہے تاہم عوام کے معیار زندگی کو بلند کرنے اور زندگی کو بہتر اور آسائشی بنانے کے لئے یہ شرط کافی نہیں۔ اس مقصد کے لئے دیگر افزائشی سرگرمیوں کی ضرورت ہوتی ہے جن میں بالخصوص تعلیم، صحت اور سماجی بہبود شامل ہیں، مجوزہ مالی ادارہ کو یا تو خود یا معاون اداروں کے توسط سے یہ ضرورتیں پوری کرنی چاہئیں۔ آخر میں یہ کہ ان اداروں کا ہندوستان کے قاعدوں ضابطوں کے دائرہ کے اندر رہ کر کام کرنا اہمیت رکھتا ہے لیکن ایک مکمل اسلامی بینکنگ نظام کا عصری قانونی ڈھانچہ کے اندر عمل ناممکن ہے۔ اس لئے حکومت کے سربراہوں اور افسران پر زور دیا جاتا ہے کہ وہ قوانین میں مناسب ترمیمیں کریں لیکن اس دوران وہ طریقے ضابطے اور حکمت عملی ہی اختیار کرنی پڑے گی جو عصری بینکنگ قوانین کے مطابق ہو۔ توقع ہے کہ وزیر اعظم ہند کی اس ضمن میں بنائی گئی اعلیٰ اختیاراتی کمیٹی ان نکات کا جائزہ لے پائے گی۔ (اسلامک فقہ اکیڈمی کی کمیٹی کے ماہرین کی رپورٹ پر مبنی)۔

(بشکریہ: رفیق منزل مارچ ۲۰۰۶ء)

فقہی مسائل

از: ..... مفتی محمد طارق ندوی

سوال: ایک مسجد کے امام صاحب پینٹ کر رہے تھے کہ اذان ہو گئی انھوں نے ہاتھوں سے پینٹ صاف کر کے وضو کیا اور امامت کی امامت کے اختتام پر ان کی نظر اپنے ہاتھوں پر پڑی تو کچھ پینٹ کے چھینٹے نظر آئے انھوں نے مقتدیوں سے کہا "میرے ہاتھ پر پینٹ کے چھینٹے باقی رہ گئے ہیں لہذا میرا وضو نامکمل ہے، نماز درست نہیں ہوئی آپ حضرات کسی اور کو امام بنا کر نماز کو دہرالیں اب سوال یہ ہے کہ آیا حقیقۃً نماز صحیح ہوئی یا نہیں۔

جواب: دریافت کردہ صورت میں امام کا قول درست ہے فی الواقع نماز نہیں ہوئی نماز دہرانا پڑیگی۔

سوال: شادی بیاہ اور دیگر بہت سے موقعوں پر ویڈیو فلم بنتی ہے کیا یہ درست ہے۔

جواب: ویڈیو فلم بنانا بہت سی قباحتوں کی وجہ سے اور جاندار کی تصویر نمائش کی وجہ سے کھینچنے کی وجہ سے نیز بے پردگی کی بنا پر شرعاً درست نہیں ہے۔

سوال: ایک شخص داڑھی کتروا تا ہے تو اسکے پیچھے نماز پڑھنا کیسا ہے؟

جواب: ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا جو داڑھی منڈواتا ہے یا کتروا تا ہے (جب کہ ایک مشت سے کم ہو) مکروہ تحریمی ہے۔

سوال: قبرستان میں جھونپڑے بنانا کیسا ہے۔

جواب: وقف قبرستان میں رہائشی جھونپڑے بنانا جائز نہیں ہے۔

سوال: اذان کے وقت وضو کرنا کیسا ہے؟

جواب: اگر وقت میں گنجائش ہو تو اذان کا جواب دے پھر وضو کرے اور اگر گنجائش نہیں ہے تو اذان کی حالت میں وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال: مسجد کی ایک بڑی رقم بینک میں ہے جس پر سود بھی ملتا ہے کیا مسجد کے کسی کام میں یہ سود کی رقم لگا سکتے ہیں، اگر نہیں تو اس کا کیا مصرف ہوگا کہتے ہیں کہ اس سے بیت الخلاء و استنجاخانہ تعمیر کر سکتے ہیں۔

جواب: مسجد کو جو رقم بطور سود ملتی ہے مسجد کے کسی مصرف میں اس کا استعمال درست نہیں ہے، یہ سود ہے، جو شرعاً حرام ہے، ساتھ ہی اس رقم سے بیت الخلاء و استنجاخانہ کی تعمیر بھی درست نہیں ہے کیونکہ اس سے بیک وقت امیر و غریب دونوں فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ البتہ یہ رقم کسی محتاج کو بلانیت ثواب دے سکتے ہیں۔

سوال: ایک شخص حرام و حلال دونوں قسم کے کاروبار کرتا ہے، اور اس کا الگ الگ حساب نہیں ہے اگر وہ دعوت دے تو کیا لوگوں کو اس میں شرکت کرنی چاہئے؟

جواب: مذکورہ صورت میں اگر مذکورہ شخص کی اکثر جائز و حلال آمدنی ہے تو اسکے یہاں شریک ہو کر کھانا کھا سکتے ہیں۔

سوال: گورنمنٹ کی جانب سے دیہاتوں میں ہینڈ پائپ لگائے جاتے ہیں اگر کوئی غیر مسلم یا حکومت کسی مسجد میں از خود ہینڈ پائپ لگانے کو کہے یا کوئی امداد مسجد کو اپنی مرضی سے دے تو کیا ہینڈ پائپ لگانا یا امداد قبول کرنا شرعاً درست ہوگا۔

جواب: اگر غیر مسلم یا حکومت مسجد میں ہینڈ پائپ لگانے کا نظم کرے یا کسی قسم کی امداد بلا قید و شرط کرے تو مسجد کے لئے اس کا قبول کرنا درست ہوگا اس کے استعمال میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

سوال: جب نماز جنازہ میں امام تکبیر کہتا ہے تو بعض لوگ آسمان کی طرف سر اٹھاتے ہیں اور اسکو ضروری سمجھتے ہیں ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

جواب: نماز جنازہ میں نماز پڑھتے یا پڑھاتے وقت آسمان کی طرف سر نہیں اٹھانا چاہئے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ایسا نہ کرو کیونکہ ڈر ہے کہ تمہاری نگاہیں اچک لی جائیں۔

☆☆☆

ہمدردانِ ملت سے دردمندانہ اپیل

۸ر اکتوبر ۲۰۰۵ء کا دن جہاں منقسم کشمیر کے لاکھوں لوگوں کے لئے بھیانک تباہی لے کر آیا وہاں اس قیامت خیز زلزلہ سے، ریاست جموں و کشمیر کی قدیم دینی درسگاہ جامعہ ضیاء العلوم پونچھ کی عالیشان سہ منزلہ خوبصورت مسجد جو جدید طرز تعمیر کا شاہکار تھی اور ضلع بھر کا تبلیغی مرکز بھی تھی مل کر رہ گئی ماہرین تعمیرات نے مسجد کی عمارت کو غیر محفوظ قرار دیا ہے جمعہ اور عیدین کی نماز کھلے گراؤنڈ کے ایک عارضی شیڈ میں ادا کی جا رہی ہیں اس کے علاوہ بچیوں کے ادارہ جامعہ الطیبات کے دارالاقامہ کی دو منزلہ عمارت بھی بری طرح سے متاثر ہوئی ہے ان دونوں عمارتوں کی از سر نو تعمیر کے لئے دو کروڑ روپے کی رقم کی ضرورت ہے جب کہ جامعہ پہلے سے ۴۰ لاکھ روپے کا مقروض ہے جامعہ اپنے انتیس سالہ دور کے سخت ترین مراحل سے گذر رہا ہے تمام ہمدردان ملت سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ بھرپور مالی تعاون فرما کر جامعہ کو اس مالی بحران سے نکالنے میں اپنا اہم کردار ادا کریں۔

ملتمس: مولانا قاری و مہتمم جامعہ ضیاء العلوم جامعہ الطیبات
پونچھ ۱۸۵۱۰۱ جموں و کشمیر، فون 01965-220376-222051
اکاؤنٹ نمبر 01100050259 اسٹیٹ بینک آف انڈیا برانچ پونچھ
نوٹ: ڈرافٹ پر Jamia Zia-ul-Uloom Poonch لکھیں

دعائے مغفرت

جناب حاجی محمد یعقوب صاحب، مالک ہارون ٹمبری کانپور (جاج منو) کا انتقال ہو گیا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم کے تین صاحبزادگان ہیں ماشاء اللہ مرحوم کا حضرت مفکر اسلام اور ندوۃ العلماء کے عاشق زار تھے اور تعمیر حیات کے مستقل قاری تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے ان کے حسنات کو قبول فرمائے اور ان کیساتھ عفو و درگزر کا معاملہ فرمائے۔ نیز پس ماندگان کو صبر جمیل بخشے۔

ایک مطالعہ

تذکرۂ اہل دل

تالیف: مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی۔ ایک مطالعہ

از ..... نذر الحفیظ ندوی

تذکرہ اہل دل، استاذ گرامی قدر مولانا ڈاکٹر سعید الرحمٰن اعظمی ندوی کی تصنیف ہے، ایسی دلچسپ اور دلکش کہ اس پر ''کرشمہ دامن دل می کشد'' کی مثال صادق آتی ہے، ایسا حسین گلدستہ جو مشام جاں کو معطر اور دل ونگاہ کے لئے فردوس بریں کا کام دے، اس کو شائع بھی مکتبہ فردوس نے کیا ہے جو اس سے پہلے کتنے کہکشاں سجا چکا ہے۔

یہ کتاب اصل میں سلوۃ مع العارفین کا اردو ترجمہ ہے جو مولوی مطیع الرحمٰن عوف ندوی نے اردو کے سانچہ میں بڑی مہارت اور خوبی سے ڈھال دیا ہے، ایسا ترجمہ جس پر اصل کا گمان ہوتا ہے، جگہ جگہ اردو فارسی اشعار مترجم نے نگینے کی طرح جڑ دیئے ہیں۔

مصنف کے قلم سے عرب قارئین کے لئے برسوں فی رحاب العارفین کے مستقل عنوان سے برصغیر کی ممتاز اور نابغۂ روزگار شخصیتوں کی سیرت واخلاق اور صفات وکمالات کا تذکرہ شائع ہوتا رہا، بعد میں کتابی شکل میں عالم عربی کے ایک ممتاز ادارہ ''دار الاعتصام'' نے ۱۹۷۸ء میں سلوۃ مع العارفین کے نام سے شائع کردیا جو اپنی منفرد خصوصیات کی وجہ سے ہاتھوں ہاتھ نکل گئی، اب اس کا نیا ایڈیشن قاہرہ کے ایک دوسرے ناشر نے شائع کردیا ہے۔

البعث الاسلامی عالم عربی کے لئے ہندوستان کے سفیر کی حیثیت رکھتا ہے، مولانا نے اس سفیر کے ذریعہ عالم عربی کو ہندوستان کے ممتاز علماء، مشائخ، مجددین، مصلحین اور اصحاب دعوت وعزیمت کی سیرت، کردار، امتیازات وکمالات کا ایسا مرقع بھیجا ہے جس کو مصحفی کی تعبیر میں ''نگار خانۂ رقصاں'' سے یاد کرسکتے ہیں، ایسا نگار خانہ جس میں جیتی جاگتی شخصیتوں کو آپ چلتے پھرتے دیکھ سکتے ہیں۔

عربوں کے ذوق ومزاج کا لحاظ کرکے مصنف نے بڑی حکمت اور انتہائی سلیقہ سے ایسے دلکش اور اچھوتے اسلوب میں ان ربانی صفات علماء وصلحاء کی سیرت وکردار اور امتیازی خوبیوں پر روشنی ڈالی ہے کہ ان کی سیرت کا جوہر سامنے آجاتا ہے۔

ہر مضمون کا آغاز واختتام نئے انداز سے ہے، اس طرح کہ صاحب سوانح کی خصوصیات وامتیازات کا عکس ہر سطر سے نمایاں اور اس کی خوشبو پورے ماحول پر چھائی رہتی ہے ع ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است

اس مجموعہ میں جن شخصیتوں پر قلم اٹھایا گیا ہے وہ برصغیر ہی نہیں عالم اسلام میں نمایاں اور امتیازی خوبیوں کی مالک تھیں، ان کی جامع ترین شخصیت کا احاطہ، پھر اعتدال وتوازن کے ساتھ مؤثر اور طاقتور اسلوب میں پیش کرنا اس کتاب کا خاص امتیاز ہے، دوسری خوبی کتاب کا دعوتی وتربیتی اسلوب ہے جس میں داعی کا جوش وجذبہ اور اخلاص ہر لفظ سے نمایاں ہے۔

کتاب میں حضرت جنید بغدادیؒ کے علاوہ تمام اٹھارہ شخصیتوں کا تعلق برصغیر سے ہے۔ ان میں شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ، شیخ فرید الدینؒ گنج شکر، خواجہ معین الدین چشتیؒ، مجدد الف ثانیؒ، عالمگیر، حضرت شاہ ولی اللہؒ، شاہ عبدالعزیزؒ، شاہ اسماعیل شہیدؒ، مولانا قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ کے تذکرے ہیں، حضرت سید احمد شہیدؒ کا تذکرہ تقریباً چالیس صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔

☆☆☆

سید احمد شہید اکیڈمی کی تازہ مطبوعات

۱۔ خانوادۂ علم اللھی

حضرت شاہ علم اللہ حسنی اور ان کے بنی اعمام واخلاف کے حالات زندگی اور ان کی دینی وعلمی خدمات، ساتھ میں اسلاف کرام کا مختصر تذکرہ۔ مولانا محمد ثانی حسنی کے مؤرخانہ قلم سے

قیمت: ۱۲۰/روپے (مجلد) صفحات: ۳۳۶

۲۔ الشیخ ابوالحسن علی الندوی : قائدا حکیما (عربی)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی قائدانہ صفات اور حکیمانہ اسلوب وخصوصیات کا جامع تذکرہ۔ مولانا سید محمد واضح رشید حسنی ندوی کے ادیبانہ طرز نگارش میں۔ قیمت: ۸۵/روپے۔ صفحات: ۲۷۶/معیاری اور دیدہ زیب طباعت۔

ناشر: **سید احمد شہید اکیڈمی**، دار عرفات، تکیہ کلاں رائے بریلی۔ فون: 0535-2212470-2210425

ملنے کے پتے: مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ
مکتبہ اسلام، گوئن روڈ لکھنؤ
ندوی بکڈپو لکھنؤ 2741225

وفیات

یوں خاتمہ بالخیر ہونا تھا

از ..... محمد اکرم ندوی (آکسفورڈ)

برادر معظم عبدالحی ندوی نے قطر سے دس فروری کو اطلاع دی کہ ہمارے قریبی دوست ورفیق اور لکھنؤ کے ہر دلعزیز عالم دین اور مقبول واعظ وخطیب اسحاق حسینی کا اچانک انتقال ہوگیا، دل اس اندوہناک خبر پر یقین کرنے کے لئے تیار نہیں تھا کہ برادر محترم خالد کانپوری نے ٹیلیفون پیغام کے ذریعہ اس حادثہ جانکاہ کی مزید تصدیق کردی:

تنادوا فقالوا أردت الخيل فارسا
فقلت أعبدالله ذلكم الردى

ہم درسی اور قدیم رفاقت کی بنا پر خبر صاعقہ بن کر دل پر گری، انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی، اور یہ سوچ کر تسلی حاصل کرنے کی کوشش کی کہ موت کے قانون سے کسے مفر ہے، کل نفس ذائقة الموت:

حكم المنية فى البرية جار
ما هذه الدنيا بدار قرار

اس کم عمری میں اتنے لائق عالم دین کے سانحۂ وفات نے پورے لکھنؤ کو ماتم کدہ بنادیا، اور سارے اہل تعلق وشناسا حزن وغم میں ڈوب گئے، جنازہ کی نماز دار العلوم ندوۃ العلماء میں جمعہ کی نماز کے بعد ادا کی گئی، کسی جنازہ میں اتنا ازدحام اہالئ لکھنؤ نے عرصہ دراز سے مشاہدہ نہیں کیا تھا بہت سے لوگوں کو یہ بھیڑ دیکھ کر مرحوم کی مقبولیت کا اندازہ ہوا، سچ ہے "بيننا وبينكم يوم الجنائز"۔

تیرے جانے سے گماں برہمئی دیر کا تھا
تو گیا اور بپا دیر میں محشر نہ ہو

اس حادثہ جانکاہ نے طبیعت کو بہت متاثر کیا، اور اسحاق حسینی کے ساتھ گزرا ہوا ایک ایک لمحہ ذہن میں تازہ ہوگیا، استاذ محترم مولانا سید سلمان حسینی کے ساتھ گزرا ہوا ایک ایک لمحہ ذہن میں تازہ ہوگیا، استاذ محترم مولانا سید سلمان حسینی مدظلہ العالی کو فون کیا، اور حادثہ کی تفصیلات کا علم ہوا، اساتذہ محترم مولانا سید محمد رابع حسنی دامت برکاتہم اور مولانا سید محمد واضح رشید ندوی مدظلہ العالی سے فون پر تعزیت کی، برادر محترم جعفر مسعود حسنی سے بھی اظہار افسوس کیا، اس حادثہ جوانمرگی کی وجہ سے سب کو سوگوار پایا۔

ہستی کے مت فریب میں آجائیو اسد
عالم تمام حلقہ دام خیال ہے

مرحوم ابھی حج سے واپس ہوئے تھے، طواف وزیارت سے قریب العہد تھے، مناسک کی برکتیں اعمال وجوارح سے ہویدا تھیں، اور حج، اور بلاد مقدسہ ہی کے تذکروں میں تھے کہ احرام کعبہ معنوی یعنی دیدار فیض انوار شاہد حقیقی باندھ کر دار آخرت کے راہی ہوئے اور قبلہ نما سے گزر کر واصل بقبلہ ہوگئے:

بکعبہ رفتم وز آنجا ہوائے کوئے تو کردم
جمال کعبہ تماشا بیاد روئے تو کردم

جمعرات کو حسب معمول دن گزارا، رات کو احاطہ شوکت علی میں مدح صحابہ کے بابرکت اجلاس میں شرکت کی اور رات کو ساڑھے گیارہ بجے گھر واپس ہوئے، اچانک دل کا دورہ پڑا اور اس عالم فانی کو خیر باد کہا، کیا عجیب اتفاق ہے کہ مرحوم نے اپنی علمی زندگی کا آغاز ایک صحابی یعنی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سوانح نویسی سے کیا، اور خاتمہ انہیں نفوس قدسیہ کے تذکرہ پر ہوا جن سے پاکیزہ تر جماعت چشم فلک نے کبھی نہیں دیکھی۔

اسحاق حسینی سلالہ کرام اور نجیب الطرفین تھے اور اس خاندان کے چشم وچراغ تھے جس نے تاریخ اسلام میں ہمیشہ نمایاں کردار ادا کیا، اور راہ حق میں جس کی قربانیاں تاریخ کے صفحات میں جلی حرفوں میں محفوظ ہیں، اس وقت مرحوم کے بڑے بھائی استاذ محترم مولانا سید سلمان حسینی مدظلہ عرب وعجم اور مشرق ومغرب میں دعوت اسلامی کے عظیم علمبرداروں میں سے ہیں۔

گھر کا ماحول علم وادب، اور تصوف وروحانیت کا تھا، نشو ونما لکھنؤ میں ہوئی تھی، جو بہت کچھ لوٹ کر برباد ہوچکا تھا، پھر بھی ایسی فضا قائم تھی کہ حساس دلوں کے لئے علم وادب کا ذوق پیدا ہونا مشکل نہ تھا، مرحوم نے ندوہ کے علماء کی خدمت میں کتب تحصیلی کی تحصیل کی، اور سالہا سال استفادہ کرکے انواع فیض حاصل کیا، سنہ ۱۹۸۰ء سے ہم درسی کا شرف حاصل تھا، درجات فضیلت (سنہ ۱۹۸۱-۱۹۸۳ء) میں پہنچ کر ہمارے تعلقات زیادہ گہرے ہوگئے، وہ کیا شب وروز تھے، علم وادب کے اہم ستون اس وقت جمع تھے، ہم چند احباب اکثر ملتے اور طویل صحبتیں رہتیں، ان رفقاء میں نمایاں برادران مکرم سید جعفر مسعود حسنی، وزیر احمد ندوی، خالد کانپوری حشمت اللہ، عبدالحی اور آفتاب عالم تھے، اور مولانا زاہد صاحب میر مجلس ہوا کرتے تھے، مہمان خانہ سے متصل مولانا عبداللہ عباس ندوی کا مکان ہے، مولانا مرحوم کی غیر موجودگی میں وہ مکان برادر مکرم اسحاق حسینی کے زیر تصرف رہتا تھا، اس وقت یہ مکان اہل ذوق کا مہمان خانہ ہوتا، جہاں معیاری اور صاف ستھری علمی وادبی اور تفریحی نشستیں ہوتیں، یا چھر کینٹین میں بیٹھ کر ہم شعر وادب کی مجلسیں منعقد کرتے، اسحاق ان مجلسوں کی جان تھے، مرحوم اشتعال فہم، دقت ذہن، حدت ذکاء اور صفائے

خاطر سے متصف تھے، حسن صحبت اور لطف طبعی میں منفرد، خوش مزاجی ایک امر خداداد ہے، اسحاق کی معیت میں بے تکلفی کی یہ محفلیں ایک انوکھا لطف رکھتیں، اور افسردہ دلوں میں بھی ایک امنگ پیدا کردیتیں، ایک بار کلیم عاجز صاحب ایک مشاعرہ میں شرکت کی غرض سے لکھنؤ آئے ہوئے تھے، ان کے اعزاز میں ہم لوگوں نے اسی مکان میں ایک نشست کا اہتمام کیا، جس میں عاجز صاحب نے اپنی بعض غزلیں سنائیں، اور زاہد صاحب نے بھی عاجز صاحب کی منتخب غزلیں اپنے مخصوص انداز سے پڑھیں، زاہد صاحب دیوان عاجز کے حافظ ہیں، شعروادب کی یہ پاکیزہ مجلس آج بھی ہمارے ذہنوں میں اسی طرح تازہ ہے۔

اک ہوک سی دل میں اٹھتی ہے اور اشک فشانی ہوتی ہے
یادان کی ستانے آتی ہے جب رات سہانی ہوتی ہے

سنہ ۱۹۸۳ء میں فضیلت سے فراغت کے بعد اسحاق نے مدرسہ عرفانیہ میں تدریس شروع کردی، اس لئے ملاقاتیں کم ہوگئیں، چونکہ اسحاق پیام انسانیت اور انجمن شباب اسلام کے ذمہ دار تھے، اس لئے عام طور سے شام کا وقت ندوہ میں گزارتے، اور شام کی ہماری مجلسیں اسی طرح برقرار رہیں، ساتھیوں میں اگر کوئی مدرسہ عرفانیہ یا قاری مشتاق صاحب پر تنقید کرتا تو اسحاق اس کا بھرپور جواب دیتے، خالد کانپوری مذاق میں کہتے کہ اسحاق قاری صاحب کا بھوپو ہیں:

جس نے بنادی بانسری گیت اسی کی گائے جا
سانس جہاں تک آئے جائے ایک ہی دھن بجائے جا

مرحوم انتظامی امور میں یکتا تھے، پیام انسانیت اور انجمن شباب اسلام کی ذمہ داریوں کے علاوہ متعدد مدارس، تعلیمی ادارے اور اسلامی تنظیمیں مرحوم کی انتظامی صلاحیتوں سے مستفید ہوتیں، حقیقت میں اسحاق نے استاذ محترم مولانا سلمان صاحب کو گھر اور انجمن کے انتظامی جھنجھٹوں سے بڑی حد تک آزاد کردیا تھا۔

خطابت میں اسحاق نے بہت زیادہ شہرت حاصل کی، لکھنؤ کے علمی و دینی حلقوں میں مرحوم کی شخصیت محتاج تعارف نہیں تھی، لکھنؤ کا شاید ہی کوئی محب علم و دین ہو جو ان سے واقف نہ ہو، ساکنان شہر لکھنؤ اکثر بشوق ابتداء واسترشاد وعظ کہنے کے واسطے مجالس وعظ وتذکیر میں مدعو کرتے، یہ سننے میں آیا ہے کہ لکھنؤ میں ان کی مقبولیت ان کے برادر معظم استاذ محترم مولانا سید سلمان حسینی سے زیادہ تھی، خطابت کا جو ملکہ استاذ محترم کو حاصل ہے اسے دیکھتے ہوئے اسحاق کی مقبولیت کی وجہ اس کے سوا کیا ہوسکتی ہے کہ اسحاق نے اہل لکھنؤ کی نفع رسانی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی، بلکہ ادھر کچھ سالوں سے اسحاق کے بغیر لکھنؤ میں کسی مجلس وعظ وتذکرے کا تصور ہی نا ممکن ہوگیا تھا:

ہمارا ذکر جو ظالم کی انجمن میں نہیں
تبھی تو درد کا پہلو کسی سخن میں نہیں

اسحاق کو تصوف سے بھی ایک گونہ تعلق تھا، حضرت مولانا محمد احمد پرتاپگڑھی (متوفی ۳ ربیع الثانی ۱۴۱۲ھ) رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، تصوف کا یہ سلسلہ اتباع سنت اور محبت الٰہی اور روحانیت کے لئے مشہور ہے، اور ندوہ کے بانیوں کی اکثریت اسی سلسلہ سے منسلک رہی ہے، میر کارواں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی مولانا محمد احمد رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا اعتقاد تھا، مولانا مرحوم کے دامن سے وابستگی اسحاق کے سلامت طبع کی دلیل ہے، اور اکثر ہنس کر کہتے کہ مولانا محمد احمد صاحب سے بیعت کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ مولانا زیادہ معمولات نہیں بتاتے، اور اپنی دعاؤں میں ہر وقت یاد رکھتے ہیں۔

اگر اسحاق کے ساتھ گزری ہوئی یادوں کو قلمبند کروں تو مادہ ایک طویل مضمون کا بہم پہنچے، اسی پر اکتفا کرتا ہوں، اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کی مغفرت فرمائے، اور درجات بلند فرمائے۔ ☆☆☆

مولانا اسحاق حسینی ندوی کو ابنائے ندوہ کا خراج

کنوینر رابطہ ابنائے ندوہ حیدرآباد اور قطر میں مقیم ندوی فضلاء نے ممتاز ندوی فرزند مولانا محمد اسحاق حسینی ندوی کے سانحۂ ارتحال پر تعزیتی جلسوں کا انعقاد کیا جن میں علماء ومعززین کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی۔

جلسہ میں علماء کرام نے مرحوم کی خوبیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی وفات کو قوم وملت کا خسارہ بتایا۔ اور یہ کہا کہ مولانا بااخلاق، خوش گفتار عالم دین تھے، مولانا کے اندر بے پناہ انتظامی صلاحیت تھی، مولانا میں تین خصوصیات تھیں (۱) اخلاص (۲) دلجمعی واحساس ذمہ داری کے ساتھ کام کرنا (۳) اخلاق۔

مولانا سبھوں کے نزدیک ہردلعزیز تھے، اور سب کے دکھ درد میں کام آتے تھے، اللہ تعالیٰ مولانا کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے۔ اور ان کا نعم البدل عطا کرے۔ آمین

Declaration of Ownership& Other Details

Form 4 Rule 8

Name of Paper : **Tameer-e-Hayat**
Place of Publication : Lucknow
Periodicity of Publication :
Chief Editor : Shamsul Haq Nadwi
Nationality : Indian
Address : Campus Tagore Marg, Lucknow. U.P. INDIA
Printer & Publisher : Athar Husain
Nationality : Indian
Address : 21, Adnan Palli, Near Hira Public School, Ring Road, Dubagga, Kakori, Lucknow.
Ownership : Majlis Sahafat Wa Nashriyat, Lucknow.

I, Athar Husain, Printer/ Publisher declare that the above information is correct tothe best of my knowledge and belief.

عالم اسلام کی خبریں

از:..... محمد وثیق ندوی

اسپین میں مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ

اسپین کی حکومت کی طرف سے حال ہی میں مسلمانوں سے متعلق جو اعداد وشمار جاری کئے گئے ہیں ان سے معلوم ہوتا کہ اسپین کے مسلمانوں کی تعداد میں ہر سال اضافہ ہورہا ہے۔

تمام اسپینی اخبارات نے مسلمانوں سے متعلق اس خبر کو نمایاں کرکے شائع کیا اور بتایا ہے کہ ۲۰۰۵ء میں مساجد میں پابندی سے نماز ادا کرنے والوں میں ۵۷ فیصد کا اضافہ ہوا، یہ تناسب دیگر یورپی ملکوں، جرمنی اور برطانیہ کے مقابلہ میں کم ہے اس لئے کہ وہاں پابندی سے نماز ادا کرنے والوں کا تناسب ۷۰ فیصد ہے۔

اخبارات نے لکھا ہے کہ اسپین کے تقریباً ۳۰ فیصد مسلمانوں کی زندگی میں دین کا بڑا بنیادی کردار ہے، جب کہ ۴۰ فیصد کا کہنا ہے کہ وہ اپنی روزمرہ کی زندگی میں دین سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

اسپینی اخبارات نے لکھا ہے کہ تقریباً ۷۰ فیصد مسلمان مساجد کی قلت یا ان کے بند ہونے کی وجہ سے مسجدوں میں نماز کے لئے جانہیں سکتے، اشبیلہ اور الیکانتی میں ساحل سمندر پر جمعہ کی نماز ادا کرنے پر مجبور ہیں۔

سرکاری رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسپین میں چھ سو کے قریب مسجدیں ہیں، ان میں کچھ بڑی ہیں اور کچھ اتنی چھوٹی کہ دس نمازی سے زیادہ کی گنجائش نہیں ہوتی، اس طرح کی مسجدیں بیسمنٹ، یا گیراج اور کارخانوں میں ایک کونے میں ہوتی ہیں۔

سرکاری اعداد وشمار کے مطابق اسپین کے مسلمانوں کی تعداد پانچ لاکھ ہے، جب کہ غیر قانونی طور سے رہنے والے مہاجر مسلمانوں کی تعداد اس سے کئی گنا زیادہ ہے۔

یہودیوں میں قبول اسلام کا بڑھتا ہوا رجحان

یورپ میں مقیم یہودیوں کے بارے میں ایک خفیہ رپورٹ تل ابیب کے مذہبی حلقوں میں زیر بحث ہے، اس رپورٹ کے مطابق یورپی یہودی نوجوان بڑی تعداد میں اسلام قبول کررہے ہیں، اس رپورٹ میں خاص طور سے فرانس میں مقیم یہودیوں کے بارے میں یہ بات کہی گئی ہے کہ گذشتہ پانچ سالوں کے درمیان یہودیوں کی بڑی تعداد نے اسلام قبول کیا ہے۔

یہودی ایجنسی کی انٹرنٹ ویب سائٹ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جب سے نائن الیون کا واقعہ ہوا ہے اور امریکہ نے مسلمانوں کے خلاف معاندانہ پروپیگنڈہ بڑے پیمانے پر کیا تو یورپ کی دانشگاہوں میں زیر تعلیم یہودی نوجوانوں نے دین اسلام کے بارے میں حقائق معلوم کرنے کے لئے مطالعہ شروع کردیا، اسی کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ ملنا جلنا بھی ان کا بڑھ گیا، سب سے بنیادی سوال ان کے سامنے یہی تھا کہ مسلمانوں کے ساتھ رہنے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بڑے مہذب تعلیم یافتہ، اور ذاتی زندگی میں مذہبی اقدار کے بڑے پابند ہوتے ہیں، پھر ان پر دہشت گردی کا الزام کیوں لگایا جاتا ہے، اس سوال کے جواب کی تلاش میں جب وہ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ان کے سامنے حقائق دوسرے نظر آتے ہیں۔

اس تضاد کو دیکھ کر وہ امریکی پروپیگنڈہ سے متنفر ہوجاتے ہیں اور مسلمانوں کی ہمدردی کرنے لگتے ہیں، قربت انہیں اسلام تک پہونچا دیتی ہے۔

ہر لب پہ ہے محمدؐ کا نام

اہانت آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے بعد پوری دنیا میں خصوصاً مغربی دنیا میں اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہر خاص وعام کررہا ہے، ذرائع نشر واشاعت اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق حقائق ومعلومات نمایاں کرکے شائع کررہے ہیں سویڈن، ڈنمارک، ناروے، اور آئس لینڈ کے اخبارات اسلام کے تعارف کے لئے صفحات مخصوص کررہے ہیں، ٹی وی چینلوں اور ریڈیو اسٹیشنوں نے اسلام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق پروگرام شروع کئے ہیں، متعدد ٹی وی چینل اسلامیات پر مباحثے اور مناقشے نشر کررہے ہیں، بالفاظ دیگر پورے یورپ میں اسلام کے مطالعہ کی لہر دوڑ گئی ہے، اور لوگوں میں تراجم قرآن، اسلامی مواد پر مشتمل کتب اور سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق کتابوں کی طلب بے حد بڑھ گئی ہے۔

شمالی یورپ میں ریڈیو اسٹیشنوں نے اپنے سامعین کے ساتھ حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر مباحثے شروع کئے ہیں، سویڈن میں لوگ اسلام، سیرت نبوی، تاریخ اسلام، اسلامی تہذیب

وتمدن، شریعت اسلامی، اور اسلامی عقائد سے متعلق کتابیں بڑے شوق وطلب سے خرید رہے ہیں، سویڈن کے ایک اخبار ''افنون بلادٹ'' نے ''اسلام کیا ہے؟'' کے عنوان سے ایک کالم شروع کیا ہے، اس کالم میں علماء دین کے انٹرویو شائع ہوتے ہیں جن میں مختلف اشکالات کے تشفی بخش جوابات دئے جاتے ہیں۔

لندن سے شائع ہونے والے ہفت روزہ عربی ''میگزین'' رسالہ ''الاخوان'' کے مطابق فرانس کے ہر گھر میں اسلام موضوع بحث بنا ہوا ہے، فرانس کے رسائل واخبارات بھی اہانت آمیز خاکوں کی اشاعت سے پیدہ شدہ صورت حال اور اسکے ردعمل کے طور پر جاری احتجاجی مظاہروں کی خبریں نمایاں کر کے نشر کر رہے ہیں، بعض ٹی وی چینلوں نے اسلامی تہذیب وتمدن پر مشتمل ڈاکومنٹری فلمیں شائع کی ہیں، اخبارات کی نمایاں سرخیوں میں ''اسلام کیا ہے؟'' ''لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ'' ''اسلام ہر جگہ کیوں پھیل رہا ہے'' ''نبی اسلام'' ''اسلامیت'' ''اسلام کی مقبولیت'' ''فرانس میں اسلام'' جیسی سرخیاں نمایاں رہتی ہیں، اور فرانسیسیوں میں اسلام سے متعلق کتابوں کی مانگ بڑھتی جارہی ہے۔

فرانسیسی اخبار ''لوموند'' کے نمائندہ ''اکسافیہ ترنیزیان'' کہتے ہیں ہے کہ پچھلے دو سالوں سے فرانس میں اسلام کی مقبولیت روز افزوں ہے، اور تیزی سے لوگ اسلام کی طرف متوجہ ہورہے ہیں یہ دیکھنے کے لے کہ آخر یہ کیسا مذہب ہے کہ جس کے ماننے والے اپنے آپ کو مکمل طور پر اس کے سپرد کردیتے ہیں، نائن الیون کے واقعات کے بعد سے خصوصاً اہانت آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے بعد سے اسلام کے مطالعہ کا رجحان بڑھ رہا ہے، اسلام سے متعلق کتابوں خصوصاً تراجم قرآن کی طلب بے حد بڑھتی جارہی ہے۔

اسلام آن لائن نٹ کے نمائندہ کے مطابق ۱۱ر ستمبر کے واقعات کے بعد سے اور پھر ۲۰۰۴ء کے اس قانون کے بعد سے جس کی رو سے اسلامی حجاب پر پابندی عائد کردی گئی تھی فرانسیسیوں میں اسلام اور مسلمانوں کے متعلق حقائق ومعلومات فراہم کرنے کا رجحان بڑھ رہا ہے۔

پیرس کی ایک مسجد کے متولی عربی کشاط کہتے ہیں کہ اہانت آمیز کارٹونوں کی اشاعت کے بعد سے فرانس کے ہر شہر میں اسلام موضوع گفتگو بنا ہوا ہے، اور دلوں میں اسلام کی عزت وعظمت بڑھ رہی ہے ''لاکروا'' فرانسیسی اخبار کے ایک سروے کے مطابق فرانس کے ۵۴ فیصد باشندے اہانت آمیز کارٹونوں کی مخالفت کررہے ہیں۔

عرب اور یورپ کے تقریباً دوسو افراد نے اپنا ایک بیان جاری کیا ہے جس میں سارے مذاہب کا احترام اور اسلام کو دہشت گردی سے نہ جوڑنے کی اپیل کی گئی ہے۔

بلجیم میں اسلام کی مقبولیت

بلجیم سے شائع ہونے والے ''لوسوار'' کے مطابق بلجیم میں حالیہ سالوں میں چالس ہزار بلجیمی باشندوں نے اسلام قبول کیا ہے، دیگر یورپین ملکوں میں اسلام قبول کرنے والوں کے مقابلہ میں یہ تناسب سب سے زیادہ ہے، بلجیم کی مجموعی آبادی دس ملین ہے جس میں مسلمانوں کی آبادی چار ملین ہے۔

جنوبی افریقہ

جمہوریہ جنوب افریقہ کی آبادی تقریباً ۴۹ ملین ہے، یہاں کے باشندے مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں، اصل باشندے بانٹو نسل سے تعلق رکھتے ہیں ان کا تناسب ۶،۹ فیصد ہے، ملونی نسل سے تعلق رکھنے والے باشندوں کا تناسب ۹ فیصد ہے، یورپین ملکوں سے تعلق رکھنے والوں کا تناسب ۱۹ فیصد ہے اور ایشیا سے تعلق رکھنے والے باشندوں کا تناسب ۳ فیصد ہے جن میں بیشتر ہندوستانی ہیں۔

آزادی سے پہلے جمہوریہ جنوب افریقہ کی حکومت نے ملک کے باشندوں کو چار گروہوں میں تقسیم کردیا تھا۔

(۱) یورپین باشندے، ان کو تو ہر طرح کے اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی حقوق حاصل تھے۔

(۲) ملونی باشندے، ان کو نصف سیاسی حقوق حاصل تھے، یعنی ووٹ دینے کا تو حق تھا لیکن ملک کی پارلیمنٹ کا ممبر بننے کا حق نہیں تھا۔

(۳) ہندوستانی باشندے، یہ سیاسی حقوق سے محروم تھے اسی طرح کاشتکاری زمین اور کوئلے کی کانوں کے مالکانہ حقوق سے بھی محروم تھے۔

(۴) اصل افریقی باشندے، یہ یورپین باشندوں کی نظر میں بالکل حقیر تھے، یہ ہر طرح کے حقوق سے بالکل محروم تھے، ان کے لئے الگ رہائشی علاقے مخصوص تھے ان کو گوروں کے علاقوں کے ہوٹلوں، لائبریریوں، دفاتر اور کلیساؤں میں آنے کی بالکل اجازت نہ تھی، حتی کہ گوروں کی سواریوں پر بھی سوار نہیں ہوسکتے تھے، یہ ساری حق تلفیاں ملک کے نسلی امتیاز پر مبنی قانون ونظام کی وجہ سے تھیں۔

گوروں کے ظلم سے عاجز آکر کالوں نے آزادی کی تحریک شروع کردی چنانچہ انگریزی سامراج سے نجات پانے اور جائز حقوق کی حصولیابی کے لئے بڑے پیمانے پر تحریک شروع ہوئی، بڑی جدوجہد کے بعد انگریزی سامراج سے کالوں کو آزادی ملی، آزادی کے بعد اس جمہوریہ کے پہلے صدر نیلسن منڈیلا ہوئے۔

یہاں مسلمانوں کی آبادی دس ملین ہے جو ملک کے مختلف علاقوں میں پھیلی ہوئی ہے۔

☆☆☆

حالات حاضرہ

توہین آمیز خاکے

عمل اور ردِّ عمل کا جائزہ ☆ حکمت عملی اور لائحہ عمل

از..... سلمان نسیم ندوی

☆ توہین آمیز خاکوں کی اشاعت اور اس کے مضمرات

مسلمانوں کے بارے میں یورپ کا موجودہ رویہ دو بنیادوں پر قائم ہے۔ ایک تو یہ کہ اسلام ایک انتہا پسند مذہب ہے جو دنیا میں غیر مسلموں کے حق اقتدار کو تسلیم نہیں کرتا اور انہیں ذمی یا دوسرے درجہ کے شہری کے طور پر جینے کا حق دیتا ہے اور جو اس پر آمادہ نہ ہوں اسے مٹانے کا حکم دیتا ہے، اس کے مقدمہ کی دوسری بنیاد یہ ہے کہ چونکہ مسلمان انتہا پسند ہیں اس لئے ان کا وجود نہ صرف مغربی تہذیب بلکہ جو بھی ان کے خیمہ سے باہر ہو ان کے لئے ایک خطرہ ہے۔

ان بے بنیاد دعوؤں کی دلیل فراہم کرنے لئے وہ مختلف اوقات میں مختلف شگوفے چھوڑتا رہتا ہے، کبھی القاعدہ کے نام سے اور کبھی نیوکلیائی ہتھیار اور دہشت گردی کے نام سے، توہین آمیز خاکوں کی اشاعت میں اگر یہ بھی محرک ہو تو کوئی بعید نہیں اس مقصد میں اس کو کچھ کامیابی بھی ملی ہے چنانچہ:

۱۔ یوروپی یونین اور عالم اسلام کے درمیان کشیدگی پیدا ہوی ہے جو کہ امریکہ کے مفاد میں ہے۔

۲۔ تہذیبوں کے درمیان تصادم کے امکانات بڑھے ہیں۔

۳۔ مظاہروں کی بڑے پیمانے پر تشہیر کی گئی اور مغربی ملکوں کے عوام کو ایک مرتبہ پھر یہ باور کرادیا کہ مسلمان تو ہوتے ہی ہیں دہشت گرد۔

۴۔ مسلمان ملکوں میں مایوسی وبددلی پیدا کی گئی اور بہت سے اسلامی ملکوں کی حکومتوں اور ان کے عوام کے درمیان اعتماد کے بحران کو مزید سنگین بنادیا۔

۵۔ یوروپ اور امریکہ میں رہائش پذیر مسلمانوں کے ممکنہ طور پر ہونے والے احتجاجی اقدامات کا بہانہ بنا کر ان کے خلاف کارروائی کے امکانات کو بڑھادیا گیا۔

☆ یورپ کا زوال قریب آچکا ہے

لیکن اس واقعہ کا تابناک پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں کے خلاف سازش کو پختہ کرنے کے لئے یورپ نے جس شخصیت کی شان میں گستاخی کی ہے وہ بتلاتا ہے کہ یورپ کا زوال اب بہت قریب آچکا ہے اس لئے کہ اللہ کا قانون ہے کہ جب نبی کی تضحیک کی جاتی ہے تو ایک مدت تک تو انہیں مہلت ملتی ہے پھر اس قوم کی بساط لپیٹ دی جاتی ہے۔ علامہ ابن تیمیہؒ اپنی کتاب "الصارم المسلول علی شاتم الرسول" میں لکھتے ہیں: ''اگر کوئی شخص نبی پر لعن طعن یا سب وشتم کرے اور لوگ اس پر حد قائم کرنے پر قادر نہ ہوں تو اللہ تعالی خود اس شخص سے اپنے رسول کا انتقام لیتا ہے، اس کے دین کو غالب کرتا ہے اور دروغ گو کی دروغ گوئی کو آشکار کردیتا ہے۔ تاریخ میں اس کی مثال بھی ملتی ہے۔ ثقہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد جس میں اہل خرد بھی ہیں اور تجربہ کار بھی، نے شام کے ساحلی علاقوں کے قلعوں اور شہروں کے محاصرہ کے تجربات اور عینی واقعات ہم کو سنایا کہ..... ''ہم قلعوں اور شہروں کا محاصرہ مہینوں بلکہ اس سے زیادہ مدت تک جاری رکھتے قلعوں کا فتح ہونا ناممکن لگتا اور تقریباً ہم مایوس ہی ہوجاتے تھے کہ قلعہ اور شہر والے اچانک حضور اکرم ﷺ پر سب وشتم شروع کردیتے، اور ان کی عزت کہ درپے ہوتے پھر قلعہ جلد ہی ایک دو دن میں فتح ہوجاتا.....'' بعض لوگوں نے یہاں تک کہا کہ ''جب وہ سب وشتم کا سلسلہ شروع کرتے تو ہمیں غصہ ضرور آتا اور دل کڑھتا تھا لیکن ہم اس کو جلدی فتح حاصل ہونے کی علامت سمجھتے تھے'' (ص: ۱۷۷)۔

آج بھی ہم اس واقعہ کو یورپ اور یورپین تہذیب کے زوال کی علامت اور پیش خیمہ سمجھتے ہیں، اور یقین رکھتے ہیں کہ یورپ کی تمام سازشیں تار عنکبوت ثابت ہوں گی اور وہ جلد ہی اپنے انجام کو پہونچے گا۔

☆ مسلمان اتنے چراغ پا کیوں ہیں؟

توہین آمیز خاکوں کے سلسلہ میں بہت سے مثبت ردعمل اور بیانات سامنے آئے ہیں ان میں آسٹریا کے صدر، بل کلنٹن، پاکستان میں متعین جرمن سفیر، دولت مشترکہ کے سکریٹری جنرل اور نارویجین کرسچن ایڈ کے مذمتی بیانات شامل ہیں۔ دوسری طرف مسلمانوں کے احتجاج پر یورپین ممالک کے رہنماؤں کے منفی اور جارحانہ بیانات بھی آئے ہیں جن کا لب لباب یہ تھا کہ ایک فرد واحد کے مسئلہ کو لے کر مسلمان اتنے چراغ پا کیوں ہیں؟ ان کو عقل وہوش سے کام لینا چاہئے۔

انسانی تاریخ، ادیان، تحریکات، نظریات وفلسفے کی تاریخ کا جائزہ لیجئے، عالمی شخصیات اور مذہبی رہنماؤں کی تاریخ پڑھ ڈالئے لیکن یہ بات پورے یقین اور دعوے کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ جو تعلق مسلمانوں کو اپنے نبی سے ہر زمانہ میں اور ہر طبقہ میں رہا ہے اس کا عشر عشیر بھی کہیں ملنا مشکل ہے۔ حکومت کے ایوانوں، زندگی کی شاہراہوں، ملی اور سیاسی مسائل سے لیکر عائلی اور خانگی اصول وضوابط سب کو چھوڑئے کہ یہ مسائل کسی کی رہنمائی کے کسی نہ کسی درجہ میں محتاج ہیں لیکن کیا آپ نے دیکھا کہ کسی مفکر، فلسفہ یا شخصیت کا

پیر و جب سونے کے لئے بستر پر جاتا ہو تو وہ سوچتا ہو کہ اس کو کس کروٹ لیٹنا چاہئے؟ اس کا چہرہ کس رخ پر ہو؟ اس کا ہاتھ کہاں ہو؟ اس موقع پر ہمارے رہنما کی کیا تعلیم ہے؟ اور کن ذکر و اذکار کی تلقین ہے؟ یہ مسلمان ہی ہے جو سو کر اٹھتا ہے تو اپنے نبی کی تعلیم کی تلاش کرتا ہے، فطری تقاضوں کی تکمیل کے وقت بھی جب بڑے بڑے زاہد و مرتاض بھی انسانیت اور حیوانیت کے مابین خط فاصل پر ڈگمگانے لگتا ہے مسلمان اپنے نبی کی تعلیم کو یاد کرتا ہے اور بہیمیت و ملکوتیت کے درمیان اعتدال و توازن کو برقرار رکھتا ہے۔ جس قوم کو اپنے نبی سے اس درجہ کا تعلق ہو کہ راستہ میں نبی ایک جگہ پیشاب کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں، ایک عرصہ کے بعد اس قوم کا ایک فرد وہاں سے گذرتا ہے تو اسی جگہ اسی ہیئت میں وہاں بیٹھتا ہے، پوچھے جانے پر وہ بتاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ اسی جگہ ایک مرتبہ پیشاب کرنے کے لئے بیٹھے تھے، میں نے اسی کی اقتدا کی ہے۔ کیا اس کے بعد بھی یہ سوال رہ جاتا ہے کہ مسلمان اپنے نبی سے اتنی محبت کیوں کرتے ہیں؟ یا ان کی شان میں گستاخی پر چراغ پا کیوں ہوتے ہیں؟ ایک کوزہ پشت سے سوال کیا گیا کہ تمہاری سب سے بڑی خواہش کیا ہے؟ اس کا جواب تھا کہ "پوری دنیا میری طرح ہی کوزہ پشت ہو جائے" در اصل ان سوالات کے پیچھے اسی کوزہ پشت اور کبڑے کی ذہنیت کام کر رہی ہے کہ جس طرح پوری دنیا آج دین و مذہب تو بڑی بات ہے اخلاق و اقدار کے عالمی مسلمہ اصول کی دھجیاں بکھیر کر حیوانیت کی طرف دوڑتی چلی جا رہی ہے اس طرح وہ چاہتی ہے کہ مسلمان بھی ہمارے شانہ بہ شانہ چلیں یہ دین و مذہب کی بات کیوں کرتے ہیں؟ جس طرح ہم کوزہ پشت کی ذہنیت پر افسوس کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتے اسی طرح دنیا کی اس ذہنیت پر حسرت بھی ہے اور رحم بھی آتا ہے۔

☆ لمحۂ فکریہ

مسلمانوں نے ڈنمارک کی مصنوعات کا کامیاب بائیکاٹ کیا جس سے یورپین تجارت کو زبردست خسارہ ہوا لیکن ڈنمارکی سفیر نے اس بائیکاٹ کا مذاق اڑاتے ہوئے جو تبصرہ کیا وہ عالم اسلام کے لئے توہین آمیز بھی ہے اور اس میں دعوت فکر و عمل بھی۔ ڈنمارکی سفیر کا تبصرہ تھا: "مسلمانوں میں انتاج کی اہلیت نہیں ہے تو وہ بائیکاٹ کر کے کھائیں گے کیا؟ اور کیسے؟"۔

یہ جملہ جہاں مغربی تہذیب اور مغربی ذہن و فکر کی فرعونیت کا غماز ہے وہیں اقتصادی، سیاسی، تجارتی میدان میں مسلمانوں کی بے بضاعتی اور یورپین غلامی کی دلیل ہے۔ یہاں پر عالم اسلام کے تجارتی و معاشی صورت حال کا ایک اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے:

"دنیا کی مجموعی آبادی میں اسلامی ملکوں کا حصہ ۲۲ فیصد، مجموعی رقبے میں ۲۴ فیصد اور تیل و گیس کی پیداوار میں ۷۰ فیصد ہونے کے باوجود دنیا کی مجموعی جی ڈی پی میں ان کا حصہ تقریباً ۵ فیصد اور مجموعی تجارت میں حصہ تقریباً 5 . 7 فیصد ہے۔ مسلمان ملکوں کی آپس میں تجارت کا حصہ صرف تقریباً ۱۳ فیصد ہے جب کہ ۸۷ فیصد تجارت وہ غیر ملکوں کے ساتھ کرتے ہیں جس میں یورپی یونین کے ساتھ تجارت کا حصہ تقریباً ۶۰ فیصد ہے گزشتہ مالی سال میں پاکستان کی بیرونی تجارت کا حجم ۳۵/ارب ڈالر تھا جس میں یورپین یونین کے ساتھ 7.2/ارب ڈالر کی تجارت کا حجم بھی شامل ہے (4.1/ارب ڈالر کی برآمدات اور 3.1/ارب ڈالر کی درآمدات) پاکستان کی بیرونی تجارت کا تقریباً ۲۱ فیصد یورپی یونین کے ساتھ ہے۔ یورپی ممالک میں مسلمانوں کی آبادی تقریباً ۵۰ لاکھ ہے گزشتہ تین برسوں میں امریکہ سے 3.8/ارب ڈالر اور برطانیہ سے 0 . 1/ارب ڈالر کی ترسیلات پاکستان آئیں۔ امریکہ میں تقریباً ۱۱۰ لاکھ پاکستانی رہائش پذیر ہیں جن کی مجموعی آمدنی کا تخمینہ تقریباً ۴۰/ارب ڈالر سالانہ ہے جب کہ یہ لوگ تقریباً ۸/ارب ڈالر سالانہ بچاتے ہیں۔ مسلمانوں کے مغربی ممالک کے بینکوں وغیرہ میں تقریباً ۱۱۰۰/ارب ڈالر کی رقوم جمع ہیں جب کہ مسلمان ممالک نے عالمی مالیاتی اداروں سمیت مختلف ملکوں سے صرف تقریباً ۸۵۰/ارب ڈالر کے قرضے لئے ہوئے ہیں گویا..... مسلمانوں کی جمع شدہ رقوم کا ایک حصہ بطور قرض دیکر یا عالمی مالیاتی اداروں سے دلوا کر مغربی استعماری طاقتیں خصوصاً امریکہ مسلمان ملکوں سے اپنی سیاسی و معاشی شرائط منواتے رہے ہیں"۔

ضرورت سیاسی و معاشی اور صناعتی میدان میں خود کفیل ہونے اور مغربی سامراج کے شکنجے سے آزاد ہونے کی ہے۔

☆ جذبۂ وعمل کی یکسانیت ہی سازشوں کا جواب

ناموس رسول ﷺ پر مر مٹنے والوں کی مثالوں سے اسلامی تاریخ بھری ہوی ہے یہاں پر صرف ایک مثال نقل کرتا ہوں، سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے نام نامی اسم گرامی سے تقریباً ہر مسلمان واقف ہے، قاضی ابن شداد نے لکھا ہے کہ بادشاہ رینجنالڈ نے دھوکہ سے حجاج کہ ایک قافلہ پر حملہ کیا اور اس نے سارا اسباب لوٹ لیا، بکیس حجاج نے اس سے انسانیت و شرافت کی درخواست کی تو اس نے گستاخانہ کہا کہ "اپنے محمد سے کہو کہ تمہیں رہائی دیں" یہ فقرہ صلاح الدین کو پہونچا اور اس نے منت مان لی کہ اگر یہ بے ادب اس کے ہاتھ آئے گا تو اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کروں گا۔ جنگ حطین میں یہ شخص گرفتار ہوا، سلطان نے رینجی نالڈ کو طلب کیا اور یہ کہتے ہوئے قتل کیا "ھا أنا أنتصر لمحمد علیه الصلوة والسلام"

یہ مثال ناموس رسالت کی بے حرمتی پر اپنی غیرت و حمیت کو آواز دینے اور للکارنے کی ہے، غیرت و حمیت کو مسلمانوں اور مسلم حکمرانوں نے آج بھی آواز دی ہے لیکن ذرا غور کیجئے انجام کے لحاظ سے کل اور آج میں کتنا بڑا فرق ہے۔ پہلی مثال میں گستاخ کو سزا ملتی ہے اور سلطان کو اپنے مقصد میں کامیابی پر اطمینان حاصل ہوتا ہے لیکن دوسری مثال میں اہانت رسول ﷺ پر مسلمانوں نے عالمگیر احتجاج بھی کیا اور اپنی جان کے نذرانے بھی پیش کئے، اس پر مجبور ہو کر توہین آمیز خاکے شائع کرنے والے ڈنمارک کے اخبار نے مسلمانوں سے صرف معافی مانگ کر اپنی ذمہ داری سے سبکدوشی کا اعلان کر دیا، نہ

تو گستاخ کو سزا مل سکی اور نہ ہی اس طرح کے اقدام کی روک تھام کی کوئی حتمی شکل ہی سامنے آسکی۔

واقعہ یہ ہے کہ جذبات دونوں جگہ یکساں ہیں لیکن پہلی مثال میں جذبات کے ساتھ عمل، جدوجہد اور قدرت بھی ہے لیکن دوسری مثال اس وصف سے عاری ہے۔ سلطان صلاح الدین ایوبی کے بارے میں قاضی ابن شداد لکھتے ہیں:

"جہاد کی محبت اور جہاد کا عشق ان کے رگ و ریشہ میں سما گیا تھا، اور ان کے قلب و دماغ پر چھا گیا تھا، یہی ان کا موضوع تھا، اسی کا ساز و سامان تیار کرتے تھے، اور اس کے اسباب و وسائل پر غور کرتے، اسی مطلب کے آدمیوں کی ان کو تلاش رہتی، اسی کا ذکر کرنے والے اور اسی کی ترغیب دینے والے کی طرف وہ توجہ کرتے، اسی جہاد فی سبیل اللہ کی خاطر انھوں نے اپنی اولاد اور اہل خاندان اور وطن و مسکن اور تمام ملک کو خیر باد کہا اور سب کی مفارقت گوارا کی اور ایک خیمہ کی زندگی پر قناعت کی، جس کو ہوائیں ہلا سکتی تھیں، کسی شخص کو اگر ان کا قرب حاصل کرنا ہوتا تو وہ ان کو جہاد کی ترغیب دیتا، (اور اس طرح ان کی نظر میں وقعت حاصل کر لیتا) قسم کھائی جا سکتی ہے کہ جہاد کا سلسلہ شروع کرنے کے بعد انھوں نے ایک پیسہ بھی جہاد اور مجاہدین کی امداد و اعانت کے علاوہ کسی مصرف میں خرچ نہیں کیا"۔

سلطان کی اس عاشقانہ کیفیت اور دردمندی کی تصویر ابن شداد نے ان الفاظ میں کھینچی ہے:۔

"میدان جنگ میں سلطان کی کیفیت ایک ایسی غمزدہ ماں کی سی ہوتی تھی، جس نے اپنے اکلوتے بچہ کا داغ اٹھایا ہے، وہ ایک صف سے دوسری صف تک گھوڑے پر دوڑتے پھرتے، اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دیتے خود ساری فوج میں گشت کرتے اور پکارتے پھرتے "یا للاسلام" اسلام کی مدد کرو! آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے"۔

قاضی ابن شداد ان کی زندگی کا ایک دوسرا اہم رخ اس طرح پیش کرتے ہیں:۔

"قرآن مجید سننے کا بڑا شوق تھا، کبھی کبھی اپنے برج میں پہرہ داروں سے دو دو، تین تین، چار چار پارے سن لیتے، بڑے خاشع، خاضع، رقیق القلب تھے قرآن مجید سن کر اکثر آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے، حدیث سننے کے بڑے شائق تھے، اور اس کا بڑا احترام کرتے تھے، حدیث کی قرأت کے وقت لوگوں کو احتراماً بیٹھ جانے کا حکم دیتے، اگر کوئی عالی سلسلہ حدیث کا شیخ ہوتا، تو خود اس کی مجلس میں جا کر حدیث سنتے، خود بھی حدیث کے قرأت کا شوق تھا، اگر کسی حدیث میں کوئی عبرت کی بات ہوتی تو آنکھیں پُرنم ہو جاتیں، عین میدان جنگ میں بعض مرتبہ دو صفوں کے درمیان کھڑے ہو کر حدیث کی سماعت کی کہ یہ وقت خاص فضیلت کا ہے"۔

آج کا سب سے بڑا المیہ یہ ہیکہ جو قوت و طاقت اور تنفیذ کی صلاحیت کے مالک ہیں دین و اسلام کے تعلق سے وہ سرد مہری کے شکار ہیں، اور جو جذبات سے لبریز ہیں وہ دین پر عمل، سنت کی اتباع اور اس راہ میں جدو جہد کی دولت سے محروم ہیں، موجودہ سازشوں کا واحد حل عمل اور جذبات کہ درمیان تال میل اور ہم آہنگی ہے۔

☆ لائحۂ عمل

دشمنوں نے جن مقاصد کے لئے اس ذلیل حرکت کا ارتکاب کیا تھا اس کو ناکام بنانے کے لئے، اس وقت جو صورت حال پیدا ہوی ہے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دنیا سے دائمی اور مدعو کا رشتہ قائم کرنا چاہئے اس کہ لئے ذیل کی چند باتیں مفید ثابت ہو سکتی ہیں:

۱۔ مسلمان انفرادی، اجتماعی اور حکومتی سطح پر قرآن و سنت کی اتباع کی مہم چلائیں۔

۲۔ دنیا کی تمام زبانوں میں سیرت رسول ﷺ کو پیش کرنے کی ایک عالمی مہم چلائیں، اس کا ایک طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ کسی بھی زبان میں موقع و محل کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے مختلف پہلوؤں پر تحریر تیار کرائیں، پھر اس کو دنیا کی تمام زبانوں میں منتقل کرنے کا اہتمام کرائیں، یا جو کتابیں اس موضوع پر اس طرح کی موجود ہوں اسکے ترجمے اور نشر و اشاعت کا اہتمام کریں۔

۳۔ تمام زبانوں میں قرآن و حدیث کے اعجازی اور انسانی پہلو کو نمایاں کر کے شائع کریں۔

۴۔ آسمانی کتابوں میں حضور کا جو تذکرہ ہے، اور جس طرح حضرت موسیٰ و عیسیٰ نے حضور ﷺ سے محبت کا اور حضور ﷺ نے ان سے جس تعلق کا اظہار کیا ہے اس کا خصوصاً عیسائی حکومتوں میں اشاعت کا اہتمام کریں۔

۵۔ مغربی ممالک میں سیرت کے موضوع پر کتابوں کی عالمی نمائش کا اہتمام کریں، سیرت کے موضوع پر علمی مسابقہ کا انعقاد کریں۔

۶۔ سیرت رسول ﷺ پر اعتراضات کے جوابات تحریر کرنے والوں کو انعامات اور ایوارڈ دئے جائیں۔

۷۔ جامعات اور کالجز میں سیرت کے عنوان سے چیئرز قائم کئے جائیں۔

۸۔ مغرب کے دعوی آزادی رائے کی پول کھولیں اور اس کے متضاد پہلوؤں کو سامنے لائیں۔

۹۔ گمراہ کن پروپگنڈے کا بروقت ازالہ کرنے کے لئے، ایک ایسا ٹی وی چینل بھی قائم کرنا چاہئے جس کے ذریعہ واقعات کو ان کے صحیح رنگ میں دنیا کے سامنے لایا جا سکے اور وقت کے مسائل پر اسلام کا موقف دوٹوک انداز میں پیش کیا جا سکے۔

۱۰۔ عالم اسلام کی ایک نمائندہ ویب سائیٹ انٹرنیٹ پر موجود ہو۔

۱۱۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ اسلامی معاشروں کو کتاب و سنت کا نمائندہ معاشرہ بنائیں۔

☆☆☆

روداد

عمل ہی علم کا حاصل ہے

ڈاکٹر سید سلمان ندوی کا ایک اہم محاضرہ

از..... محمد جاوید اختر ندوی

ندوۃ العلماء کے گل سرسبد سید الطائفہ علامہ سید سلیمان ندویؒ کے فرزند ارجمند ڈاکٹر سید سلمان ندوی کی مادر علمی آمد کے موقع پر ۵/صفر ۱۴۲۷ھ مطابق ۶/مارچ ۲۰۰۶ء کو طلبۂ دارالعلوم کے سامنے ''اسلام اور مستشرقین'' کے اہم عنوان پر محاضرہ ہوا، جس میں ڈاکٹر صاحب نے دو نشستوں کو خطاب کیا، پہلی نشست کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی کے زیریں ہال میں جب کہ دوسری نشست طلبہ کی انجمن جمعیۃ الاصلاح کے ہال میں منعقد ہوئی۔

تلاوت کلام پاک کے بعد ڈاکٹر صاحب نے محاضرہ میں ندوہ سے اپنی مناسبت اور اس گہوارۂ علم وفن میں اپنے زمانہ طالب علمی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ میرے لئے سعادت کی بات ہے کہ میں اس ادارہ کا خوشہ چیں رہا ہوں، اور آپ کی انجمن کا ممبر بھی اس لئے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اپنے گھر میں ہوں، اور وہ بنیاد ایسی مضبوط تھی کہ اس نے مجھے کبھی گم گشتہ راہ نہیں ہونے دیا۔ اس کے بعد انہوں نے موضوع کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ:

''محاضرات دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک قسم مواعظ وخطبات کی ہوتی ہے، جس کی طلبہ کے اندر بڑی سخت ضرورت ہے اس لئے کہ عمل کے بغیر علم وبال جان بن جاتا ہے، اور دوسری قسم علمی اور تحقیقی موضوعات پر محاضرات کی ہے۔ ہمیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ آج مغربی دنیا میں ''مستشرقین'' پوری حکمت عملی ومنصوبہ بندی اور جان توڑ محنت کیساتھ اسلام کے خلاف کیسے دسیسہ کاریوں میں رات دن ایک کئے ہوئے ہیں، جن کا اصل مشن اسلام کی تحقیر وتذلیل اور علم وادب، مطالعہ وتحقیق کی آڑ میں اسلام کی آفاقی اور ہمہ گیر والافانی تعلیمات پر تیشہ چلانا ہے''۔

اس کے بعد علامہ شبلی نعمانی کی سیرت النبی کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ اس عظیم اسلامی انسائیکلوپیڈیا کا اصل محرک یہی تھا کہ مارگولیتھ نامی مستشرق نے ''لائف آف محمد'' بڑی زہر آلود کتاب لکھی، پھر علامہ نے اس کا علمی اور تحقیقی انداز میں جواب دیتے ہوئے ''سیرت النبیؐ'' کی تصنیف شروع کی، اور کہا کہ یہ حضرات بڑی دیدہ ریزی سے افترا پردازیاں کرتے ہیں، اور حواشی وبین السطور کے اندر اس طرح زہر داخل کردیتے ہیں کہ ایک صاحب عقیدہ ونظر تلملا کر رہ جائے، ان کی اس عرق ریزی کا اندازہ ''سیرت النبی'' کی اس عبارت سے بخوبی ہوجاتا ہے:

''مارگولیتھ نے مسند امام احمد بن حنبل کی ضخیم جلدوں کا ایک ایک حرف پڑھا ہے اور ہم دعوی سے کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں کسی مسلمان کو بھی اس وصف میں اسکی ہمسری کا دعوی نہیں ہوسکتا، لیکن پروفیسر موصوف نے آنحضرت کی سوانحعمری پر جو کتاب لکھی ہے، دنیا کی تاریخ اس سے زیادہ کوئی کتاب کذب وافتراء اور تاویل وتعصب کی مثال کے لئے پیش نہیں کرسکتی'' (۱/۹۶)

اس کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مغربی ومشرقی تعلیم کا فرق بتاتے ہوئے کہا کہ مغرب کا سارا تعلیمی نظام تاجرانہ اصول پر مبنی ہے، وہاں اساتذہ وطلبہ کا رشتہ کلاس روم کے دروازہ پر ختم ہوجاتا ہے، پھر جب ڈگری مل جاتی ہے تو وہ بھی رخصت ہوجاتا ہے جبکہ ہماری اسلامی تعلیمات میں یہ رشتہ بہت قوی ہے۔ اور کہا کہ علوم نبوت کے ساتھ اصل وصف ممتاز خدائے ذوالجلال کے سامنے احساس جوابدہی کا ہے، ورنہ صرف علم حاصل کرکے انسان شیطان وحیوان بھی بن جاتا ہے۔ استاد کی احسان شناسی کے تعلق سے موصوف نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگوں کا رشتہ پائیدار ومسرت بخش ہوتا ہے استاد کا شاگرد سے، باپ کا اولاد سے، مرشد کا مسترشد سے، ہمارے والد ماجدؒ جب کبھی علامہ شبلی کا ذکر کرتے رقت طاری ہوجاتی، اور فرمایا کرتے کہ انہوں نے ہمیں انگلی پکڑ کر چلنا اور قلم پکڑ کر لکھنا سکھایا، پھر مولانا نے طلبہ سے تاکیداً کہا کہ شاگرد استاد سے کبھی مستغنی نہیں ہوسکتا، اور جمعیۃ الاصلاح کا مطلب ہے، اصلاح تعلیم واصلاح قلب، مستشرقین کی گمراہی کا سبب یہی ہے، کہ علم تو خوب ہے مگر خدا کے سامنے جوابدہی وباز پرسی کا کوئی خوف نہیں ہوتا۔

محاضرہ سے قبل ڈاکٹر صاحب کا مختصر تعارف کراتے ہوئے مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری نے کہا کہ موصوف عالم اسلام کی مایہ ناز شخصیت علامہ سید سلیمان ندوی کے فرزند وجانشیں اور ان کے گنجینۂ علوم معارف کے حقیقی وارث ہیں، یہ اس عظیم شخصیت کے سپوت ہیں جن کا نام عرب وعجم اور علمی وتحقیقی دنیا میں سکۂ رائج الوقت کی طرح ہے۔ موصوف نے ندوہ میں تعلیم حاصل کی، پھر والد ماجد کیساتھ کراچی گئے وہاں بھی علمی سفر طے کیا، اور علم وادب کی دنیا میں اپنے والد کا نام روشن کیا، مغربی ممالک کے دورے اور وہاں کی یونیورسٹیوں میں محاضرات ہوتے رہتے ہیں اور خدمت دین کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے جنوبی افریقہ کی ڈربن یونیورسٹی میں ''اسلامیات'' کا شعبہ پوری جدوجہد کے ساتھ قائم کیا اور مکمل ۲۳/سالوں تک صدر شعبہ رہے۔

انہوں نے ہر زمانہ میں اپنے مادر علمی کو یاد رکھا، جب کبھی ہندوستان کا دورہ ہوا وہ ندوہ ضرور آئے، اور ان کی مجلس خالص علمی ہوتی ہے، اور یہی حال ان کے عظیم والد کا تھا وہ جب ندوہ آتے تو گیٹ پر پہونچتے ہی کہتے کہ فلاں سے کہدو فلاں کتاب کی فلاں جلد لے کر اور فلاں صاحب فلاں کتاب لے کر جلد آجائیں۔

اور جیسے ہی کمرہ پہونچتے تحقیق کا کام شروع ہوجاتا، بعینہ یہی علمی شغف ان کے نامور فرزند کا ہے، لہذا ان کے ایک ایک لفظ کے پیچھے طویل علمی سفر مشاہدات وتجربات ہیں۔ ☆☆☆

پروپرائٹر: ولی اللہ
Mobile: 9415090544 Shop: 2627446 Res: 2254796
ولی اللہ جویلرس
Jutey wali Gali,
Aminabad, Lucknow
WALIULLAH
JEWELLERS
All Kinds of Gold, Silver
& Diamond Jewellery

طلباء اور تاجران کتب کے لئے خاص رعایت
ہر قسم کے قرآن مجید مترجم، غیر مترجم، حمائل، قاعدے پارے، پنج سورے، عربی فارسی، اردو کی درسی غیر درسی نیز ہائی اسکول، انٹر، جامعہ اردو علی گڑھ کی گائیڈ، گیس پیپر اور گھریلو طبی کتابیں بھی ہم سے مناسب قیمت پر طلب کرسکتے ہیں۔
نسیم
پاکٹ جنتری
دستیاب ہے
طلب کریں
قیمت ۵/۰۰
Estd : 1915 (S) 0522-2627123 (R) 2301838 (M)9415104065
نوٹ: اپنی ضرورت کی کتب بذریعہ ڈاک بھی طلب کرسکتے ہیں۔
صدیق بک ڈپو امین آباد پارک لکھنؤ

Maqbool Mian
Jewellers
مقبول میاں جویلرس
Jutey Wali Gali, Aminabad Lucknow. 2258115
Mob: 9415001207-9335726377

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلی کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coats, Embroidered
Sherwanis, Pullowers, Jackets,
Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں
men mark ®
58, Halwasia Market, Hazrat Ganj, Lucknow
Phone: (S) 2616946 (R) 2627443

Mobile: 9415750289 Shop: 0522-2617956
حرمین ٹریڈرس
محمدیہ پروڈکٹس کے سپر اسٹاکیسٹ
کھوجاتی سرمہ . روغن بلسن . عطریات
النبیل یو اے ای ۔ کلونجی تیل اور کلونجی پروڈکٹس کے اسپشلسٹ
حرمین بک ڈپو
پرفیومس النبیل دوبئی
شہر لکھنؤ U.A.E. کے مختلف عطریات سے معطر
دکان نمبر 1/6 مسجد مرکز، ڈاکٹر بی-این-ورما روڈ، امین آباد، لکھنؤ

قنوج کے قدیم مشہور معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ واعلی
عطریات
شمامۃ العنبر • عطر گلاب • روح خس • عطر موتیا
عطر حنا • عطر گل • عطر کیوڑہ
اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں
محمد یٰسین محمدیا مین تاجران عطر

ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر قنوج یوپی آئیڈیل پرفیوم سنٹر
(پرائیویٹ لمیٹیڈ) قنوج فون: 234445